اردو کا کلاسیکی ادب

ریاض دلربا

از

لالہ گمانی لال

مرتبہ

محمد سلیم الرحمن

مجلس ترقی ادب، لاہور

بعون صناعِ مکین و مکان بفضل خلاقِ زمین و زمان

اردو کا کلاسیکی ادب

ریاضِ دلربا

از لالہ گمانی لال

ناشر

مجلس ترقی ادب ۲ نرسنگھ داس گارڈن کلب روڈ لاہور

جملہ حقوق محفوظ

طبع اوّل : جون ۲۰۰۱ء

تعداد : ۵۰۰

ناشر : احمد ندیم قاسمی
ناظم مجلس ترقی ادب لاہور

مطبع : سعادت آرٹ پریس، ۱۹ - اے، ایبٹ روڈ، لاہور

طابع : توفیق الرحمٰن

قیمت : ~~۷۵~~ روپے

یہ کتاب محکمۂ اطلاعات حکومتِ پنجاب اور انفاق فاؤنڈیشن کے تعاون سے شائع ہوئی

فہرست

پیش لفظ -- ۳
یافتّاح (آغازِ کتاب) -- ۱۳
تازگیِ چمنِ کلام بہ تقاطرِ سحاب ِشروعِ قصۂ ندرت آمود و شگفتگیِ گلشنِ مقال
بباد ِسحری ابتدائے افسانۂ نکہت اندود ------------------------------ ۱۷
نشوونما کردنِ طرّار ہنرِ خویش در صحرائے پُر خطر و آوردنِ مالِ تاجرانِ صاحبِ
زر -- ۲۳
برآمدنِ دزدِ عیّار بہ قصرِ بادشاہ و قتل ساختن وزیرِ عالی جاہ و ظاہر کردن روئدادِ
خود از سلطان بہ لباسِ وزیر و دزدیدہ آوردن از آں جا زیور و زرِ کثیر------- ۳۱
حکم دادنِ بادشاہ جہتِ گرفتاریِ دزد بہ کوتوالِ شجاعت مآب و مسلسل کردنِ دزد
اورا بحالتِ نشۂ شراب ------------------------------ ۳۵
برآمدنِ امرائے صاحب توقیر بنا بر گرفتاریِ دزدِ بے نظیر و گرفتنِ او تشریفات و
دواب ِآں ہا از رسائیِ فہم و تدبیر و رفتنش بہ لباسِ نجومی نزد خواتینِ امرا و زد
و ضرب کردن مردمِ قبائل باغوائے دزدِ دانا ------------------------------ ۴۳

تشریف بردنِ بادشاہ جہتِ گرفتاریِ سارق چالاک و سائیدن غلہ از فریبِ او بعد دادن اسپ و پوشاک و ملازمت کردن دزد از بادشاہ دل ریش و مقرر کردنش اورا بعہدۂ وزارتِ خویش ———— ۷۹
خاتمۂ کتاب ———— ۹۱
حواشی ———— ۹۴
فرہنگ ———— ۱۰۱

پیش لفظ

اُنیسویں صدی کے نصف اول میں اردو نثر میں کتنی تصانیف قلم بند کی گئیں؟ ان کی صحیح تعداد معلوم نہیں' اور جب تک اس ضمن میں وسیع پیمانے پر چھان بین نہ کی جائے معلوم ہو بھی نہیں سکتی۔ اس دور کی جو نثری تصانیف شائع ہو چکی ہیں ان کی تعداد زیادہ نہیں۔ بعض کے مخطوطے موجود ہیں لیکن ان کو مدوّن اور شائع کرنے پر توجہ نہیں دی گئی۔ ان کے علاوہ بہت سے مخطوطے مختلف کتب خانوں اور ذاتی ذخیروں میں محفوظ ہوں گے اور ان کی تعداد کے بارے میں قیاس آرائی بھی مشکل ہے۔ تاہم اب کہ اُنیسویں صدی کے نصف اول کو ڈیڑھ سو سال گزر چکے ہیں' ضرورت ہے کہ اس پرانے دور کی نثر کے جتنے نمونے بھی دستیاب ہوں ان کی تدوین پر توجہ دی جائے اور طبع کرکے محفوظ کر لیا جائے۔ منشی گمانی لعل مسکین کے قصّے "ریاضِ دل ربا" کا تعلق بھی اسی دور سے ہے۔ یہ ۱۸۳۲ء میں لکھا گیا تھا۔

سرآغاز یہ بتانا ضروری ہے کہ "ریاضِ دل ربا" ۱۹۹۰ء میں بھارت سے ہریانہ اردو اکیڈمی کی طرف سے شائع ہو چکا ہے۔ اُسے ابن کنول نے ایڈٹ کیا تھا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسی صورت میں اس کی دوبارہ اشاعت کا کیا جواز ہے؟ چند وجوہ کی بنا پر' جن کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے' اس کی نئی اشاعت کا قوی جواز موجود ہے۔

سب سے پہلی بات یہ کہ بھارت سے شائع ہونے والا نسخہ ایک مطبوعہ نسخے پر مبنی ہے جو ۱۸۶۳ء میں رہتک سے شائع ہوا تھا۔ غالباً ۱۹۹۰ء سے پہلے یہ اس قصے کی واحد اشاعت ہے۔ اس میں بڑا نقص یہ ہے کہ جس مطبوعہ نسخے کو بنیاد بنایا گیا اس کے

درمیان سے چار صفحے غائب تھے۔ اس کے علاوہ شروع میں چند ایک سطور کرم خوردگی کی وجہ سے پڑھی نہ جا سکتی تھیں۔

اتفاق سے میری رسائی "ریاض دل ربا" کے دو مخطوطوں تک ہو گئی۔ پہلا ۱۸۵۰ء کا لکھا ہوا ہے لیکن خاصا کرم خوردہ۔ اس وجہ سے بعض لفظ پڑھے نہ جا سکتے تھے۔ تھوڑے ہی عرصے بعد ایک اور مخطوطہ بہتر حالت میں مل گیا جو ۱۸۵۳ء کا تحریر شدہ ہے۔ دونوں نسخوں میں معمولی سا فرق ہے۔ سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ پہلے مخطوطے میں جو عبارت کرم خوردہ تھی اس کی صحیح قراءت ممکن ہو گئی۔ اس اعتبار سے "ریاض دل ربا" پہلی مرتبہ صحیح اور مکمل طور پر شائع ہو رہا ہے۔

دوسری بات یہ کہ ابن کنول کی تدوین تسلی بخش نہیں۔ یا تو وہ مطبوعہ نسخہ ہی غلط سلط تھا جسے بنیاد بنایا گیا یا کتابت کے بعد پروف خوانی پر مناسب توجہ نہیں دی گئی۔ نتیجہ یہ کہ متن جابجا غلط ہے۔ مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر چند غلطیوں کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ صحیح قراءت قوسین میں درج ہے۔ عنبر (عبہر)' مینوچر (مینوچہر)' اعصان (اغصان)' انظار (انظار)' دردنان (درونان)' دناگن (دو ناگن)' لیسدن (لیسیدن)' رنب (زیب)' خلل (حلل)' پائے کوپی (پائے کوبی)' کسل (گسل)' داؤد ہر (اودھو)' جدار البوار (بدارالبوار)۔

کتاب کے آخر میں فرہنگ بھی نہیں۔ گمانی لعل مسکین کو دور از کار الفاظ استعمال کرنے کا بہت شوق ہے اور نہایت مفرّس و معرّب نثر لکھی ہے۔ بعض الفاظ متداول لغات میں نہیں مل سکے۔ اس وقت کے پیش نظر فرہنگ کا ہونا لازم تھا۔ ابن کنول نے یہ زحمت بھی نہیں کی۔ آخری بات یہ کہ ابن کنول کا مدون کیا ہوا نسخہ پاکستان میں دست یاب نہیں۔ ان وجوہ کی بنا پر مجلس ترقی ادب' لاہور کی طرف سے

اس قصے کی اشاعت بلاجواز نہیں۔

گمانی لعل مسکین کے حالات تذکروں میں نہیں ملتے۔ اس ضمن میں جناب مشفق خواجہ سے رجوع کیا گیا کہ وہ تذکرہ نوروی کے ماہرین میں سے ہیں۔ وہ بھی فوری طور پر کچھ نہ بتا سکے۔ خیر' ابن کنول کا ایڈٹ کیا ہوا نسخہ ناقص سہی مگر اس کا ایک مثبت پہلو ضرور ہے۔ انہوں نے کسی طرح گمانی لعل مسکین کے اخلاف کا سراغ لگا لیا اور ان کی زبانی جو حالات معلوم ہو سکے اپنی کتاب میں درج کر دیے۔ ان کی عبارت حسب ضرورت جوں کی توں نقل کی جاتی ہے۔ قیاس ہے کہ اہل خاندان نے جو معلومات فراہم کی ہے وہ درست ہوگی۔ اگر کہیں خوش عقیدگی کی بنا پر کچھ بڑھا دیا ہو تو اور بات ہے:

> "منشی گمانی لعل' جیسا کہ قصّے میں مرقوم ہے کہ رہتک میں سکونت پذیر تھے لیکن ان کا آبائی وطن قصبہ رامپور تھا۔ میں نے اپنے ایک مضمون (مطبوعہ "تعمیر" ہریانہ' ۸۰ء) میں لکھا تھا کہ یہ رامپور اترپردیش کی ریاست رامپور نہیں بلکہ ہریانہ کا ہی کوئی چھوٹا سا قصبہ رہا ہوگا۔ لیکن اب ان کے پوتے' گنج بہاری لعل' سے معلوم ہوا کہ اس رامپور سے مراد رامپور منہاران ہے جو ضلع سہارنپور' اترپردیش' میں واقع ہے۔ وہاں سے منشی گمانی لعل روہتک منتقل ہوگئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کی۔ یہیں ان کی شادی ہوئی اور انگریزی کمپنی کے محکمۂ مال میں ملازمت کی۔ انہوں نے اسّی برس سے زیادہ کی عمر پائی۔ ان کی وفات ۱۸۸۱ء میں ہرودار میں ہوئی۔

گمانی لعل کا تعلق راجہ ٹوڈرمل کے خاندان سے تھا۔ مغل دربار سے سب لوگ قریب رہے۔ اسی لئے فارسی' عربی اور اردو میں کافی دست رس رکھتے تھے۔ منشی گمانی لعل نے بھی اس زمانے کے رواج کے مطابق فارسی اور عربی کی تعلیم حاصل کی۔ اوائل عمری ہی میں درویشی کی طرف طبیعت مائل ہوگئی۔ اپنا زیادہ تر وقت سادھو سنتوں کی صحبت اور ایشور بھگتی میں گزارتے تھے۔ اس وجہ سے عوام میں بھگت گمانی لعل کے نام سے مشہور ہوئے۔ رہتک اور بھٹناگر برادری میں ان کی کئی کرامات اب تک دہرائی جاتی ہیں... غالب کے شاگرد منشی ہرگوپال تفتہ منشی گمانی لعل کے عزیزوں میں سے تھے۔

منشی گمانی لعل کے نام سے دو تصانیف وابستہ ہیں۔ ایک "ریاض دل ربا" اور دوسری "بھگت مال"... "بھگت مال" میں قصص الاولیا کی طرح ہندو دیوتاؤں کا ذکر ہے۔ یہ اہل ہنود میں بڑی مقدس سمجھی جاتی ہے۔ منشی گمانی لعل کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ ان کے وارثین کے یہاں پوجا گھر میں رکھا ہوا ہے۔ کیوں کہ یہ لوگ اردو سے ناواقف ہیں اس لئے "بھگت مال" کا نسخہ پوجا گھر میں ہی رہتا ہے۔ "بھگت مال" میں اُس وقت کی پراکرت ملی ہندی میں منظوم تمہید ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ گمانی لعل عربی' فارسی' اردو اور سنسکرت کے علاوہ ہندی اور پراکرت سے بھی پوری واقفیت رکھتے تھے۔ "بھگت مال" کی تصنیف

"ریاض دلربا" کے بعد عمل میں آئی۔ اس کی ابتداء ۱۸۳۸ء
(۱۲۵۴ھ) بمطابق ۱۸۹۵ سمبت میں ہوئی اور یہ ۱۸۵۱ء (۱۲۶۷ھ)
میں پایۂ تکمیل کو پہنچی۔
مقدمہ از ڈاکٹر ابن کنول، ص ۱۴ تا ۱۸"

مذکورہ بالا احوال میں صرف اتنا اضافہ ضروری ہے کہ گمانی لعل مسکین کی تصانیف دو نہیں، کم از کم چار ہیں۔ ایک "بہارستان عقل و دانش" یا "بہارستان عقل و فرہنگ" نامی قصہ ہے۔ اس کے مخطوطے کی نقل بھی مجھے مل گئی ہے۔ اس کی تمہید میں مسکین نے اپنی ایک اور تصنیف "چمن دل کشا" کا ذکر بھی کیا ہے۔ قیاس ہے کہ یہ بھی کوئی قصہ ہوگا۔ ابھی اس کا کہیں سراغ نہیں ملا۔

روایتی ادب میں، خواہ اس کا تعلق مشرق سے ہو یا مغرب سے، طبع زاد قصوں کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ پرانے اور معروف قصوں کو اپنے اپنے رنگ میں لکھنے پر اکتفا کیا جاتا تھا۔ اختراع تھی تو بس اتنی کہ کہیں کوئی واقعہ قلم زد کر دیا یا کہیں کوئی واقعہ بڑھا دیا۔ خیال ہے کہ مسکین نے بھی کسی پرانے قصے کو اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے۔ اس کے پہلے مدوّن ابن کنول اسے اردو کا پہلا ناول کہنے پر مصر ہیں اور اس کے لئے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اس میں مافوق الفطرت واقعات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ لہٰذا یہ ناولانہ حقیقت پسندی کے تقاضوں پر پورا اترتا ہے۔ دقت یہ ہے کہ ناول کی کوئی جامع تعریف ممکن نہیں۔ ناول کی صنف کا دروازہ مافوق الفطرت یا بعید از قیاس عناصر پر بند نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ، لیکن ہچکچاہٹ کے ساتھ، یہ کہا جا سکتا ہے کہ ناول وہ ہے جس میں قاری حقیقی مقامات یا حقیقی ادوار سے دوچار ہو۔ یہ تعریف بھی سب ناولوں پر صادق نہیں آ سکتی۔ بہرحال، اگر حقیقت پسندی ہی فکشن کو ناول یا غیرناول ٹھہرانے میں

فیصلہ کن کردار ادا کرتی ہے تو "باغ و بہار" کے بعض قصے، جن میں کوئی مافوق الفطرت عنصر نہیں، ناول نہ سہی ناولٹ کہلانے کے حق دار تو ہو ہی جائیں گے۔ پرانے قصوں کو ناول ثابت کرنے کی سعی میں توازن کی کمی ہے۔ ہمارے پرانے قصہ نویس یا داستان نویس ناول نہیں لکھ رہے تھے اور نہ انھیں اس صنفِ ادب سے کوئی آشنائی تھی۔

بظاہر گمانی لعل مسکین کو محض قصہ نویسی سے غرض نہ تھی۔ وہ اپنی علمیت کی دھاک بھی بٹھانا چاہتے تھے۔ نتیجہ یہ کہ "ریاض دل ربا" میں اول تا آخر ایسی نثر سے واسطہ پڑتا ہے جو نہایت معرّب، مفرّس اور عالمانہ ہے۔ اس گاڑھے بلکہ چپچپے اسلوب سے کہیں ذرہ برابر انحراف نہیں کیا گیا۔ چنانچہ بادشاہ ہو یا فقیر، کوتوال ہو یا ٹھگ، طوائف ہو یا بادشاہ زادی، سب بالکل ایک ہی لب و لہجے میں گفتگو کرتے ہیں۔ یہ لب و لہجہ سراسر ادبی ہے۔ اس پر روز مرہ کی بول چال کا سایہ تک نہیں پڑا ہے۔ اس اعتبار سے یہ تصنیف نثر میں بوالعجبی کی مثال بن گئی ہے۔ لیکن یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ اس معاملے میں مسکین اکیلے ہیں۔ اردو نثر کا ایک رنگ یہ بھی ہے اور اسے "نوطرزِ مرصع" سے مولانا ابو الکلام آزاد کی نثر تک تلاش کیا جا سکتا ہے۔

یہ انداز دیدہ و دانستہ اپنایا گیا ہے اور غالباً مرغوبِ طبع بھی ہے۔ اس ضمن میں مسکین کے دوسرے قصے "بہارستانِ عقل و دانش" سے ایک اقتباس نقل کیا جاتا ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ "بعضے عزیزانِ باتمیز" نے تقاضا کیا کہ مذکورہ بالا قصہ قلم بند کیا جائے۔ پہلے پہل گمانی لعل مسکین اس پر راضی نہ ہوئے:

> "تب وے بدرجۂ غایت مصر ہو کر سخن سرا ہوئے کہ مانند عبارت "ریاض دل ربا" وغیرہ کے عبارت آرائی و قافیہ بندی و متانت و ظرافت و رنگینی و فصاحت کو کام نہ فرمایئے گا کہ موجب ایام

گزاری کثیر و تضیع اوقات آپ کا ہو۔ چند روز بپاس خاطر ہماری' واسطے فائدۂ ہر خاص و عام کے ' تکلیف گوارا کرکے' ۔عبارت سلیس' عام فہم' بلا اندراج الفاظ مغلق و لغات و استعارہ و اصطلاحات کے' قلم بند کردیجئے۔"

(۳ الف و ب)

اقتباس میں "ریاض دل ربا" کے بعد "وغیرہ" کے اضافے سے خیال آتا ہے کہ شاید "چمن دل کشا" میں بھی یہی انداز اختیار کیا گیا ہو۔

مسکین کو اندرونی قوافی سے خاص لگاؤ ہے۔ اس کی مثالیں قصے میں جابجا موجود ہیں۔ مثلاً چند ہی سطروں میں ہم ان الفاظ سے دوچار ہوتے ہیں: ہوشیار' خبردار' وار' بلپائے وار' دار البوار' دار مدار' حلاج کردار' بازار' تکرار' بسیار' بیکار' روزگار' اشرار' فجار' اسرار۔

اسی طرح یہ قافیہ پیمائی ملاحظہ ہو: مرتاض' مقراض' اغراض' اغماض' انقراض' انقباض' انتہاض' امراض۔

تلازمات اس کے علاوہ ہیں۔ تلازمۂ شیرینی میں مناسبات لفظی تلاش کرنے مشکل نہیں لیکن گنجفے کے تلازمے کو اب کوئی کیا سمجھے۔ کھیل ہی متروک ہو چکا۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس قسم کی مرصع نثر لکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ خیال ہے کہ ہمارے بہت سے پرانے نثر نگار دل ہی دل میں نثر کی خود مختاری کے قائل نہ تھے۔ اسے نظم سے فروتر سمجھتے تھے۔ زیبائش اور آرائش پر یہ زور شاید نثر کو نظم کے ہم پلہ بنانے کی سعی ہو۔ یا شاید اس رنگین بیانی کی تہ میں یہ خیال کارفرما ہو کہ سیدھی سادی نثر میں کیا رکھا ہے۔ علم و فضل کی نمائش کے بغیر نہ تو مسند کو لطف

آئے گا' نہ قاری پر دھاک بیٹھے گی۔ بہرکیف' صنف کی کمتری کے بارے میں اس انجمن نے ادب میں جو گل کھلائے ہیں ان میں ایک "ریاض دل ربا" بھی ہے۔

حواشی میں "نب" سے "نسخۂ ب" مراد ہے۔ نسخۂ ب میں حاشیوں پر مشکل الفاظ کے معنی بھی درج ہیں۔ اگر یہ معنی فارسی کے بجائے اردو میں ہوتے تو انہیں ضمیمے کے طور پر درج کر دیا جاتا۔

"ریاضِ دل ربا" کے مخطوطوں تک رسائی کے لئے جناب مشفق خواجہ کا ممنون ہوں۔ ایک نظر مسودے پر محی تحسین فراقی نے بھی ڈالی اور کئی عیبوں کی نشان دہی کی۔ اس کے لئے ان کا شکر گزار ہوں۔

آخر میں مجلس ترقی ادب' لاہور کے ناظم' جناب احمد ندیم قاسمی' کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا کہ انہوں نے میری اس کوشش کو شائع کرنا پسند فرمایا۔

محمد سلیم الرحمٰن

کتاب ریاضِ دل ربا

مین تصنیف لاله گمانی لعل

سررشته دار کچهری صدر امینی

ضلع رهتک وغیره متعلقه دار الخلافه شاهجهان آباد

(۱ ب)

یا فتّاح

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

نضارت بوستانِ کلامِ معجز نظام کی۔ تحمیدِ محمدت اس گلبن آرائے بے ہمتا کی ہے کہ جس نے قدرتِ کاملہ و حکمتِ بالغہ اپنی سے گلزار پُربہارِ افلاک میں گل ہائے بے شمار انجم کے شگفتہ و نمایاں کرے اور بیچ گلستانِ دلستانِ گیتی کے دوحہ لا انتہائی وجود مردم کے دمیدہ کرکے آبیاری تفضّلات سے برگ و بار دانش و تمیز کے بخشے۔ صناعاتِ نادرات اس صانع بے چون و چرا کے کیا ممکن کہ حیزّ تحریر و حیطۂ تقریر میں آسکیں اور کمالاتِ بغایات[۱] نقش طرازی اس نقاشِ ارض و سماو نخل بندِ بہار (۲ الف) پیرا کے کیا امکان کہ آفریدہ ہائے بے سرو سامان پا سکیں۔

ہر ایک کو خیال دریافتِ کُنہ اس کی کا درپیش ہے اور ہر متنفّس عشق اس کے میں رفتہ از خویش۔ کوئی مانندِ عبہر کے مشاہدۂ صنعت اس کی سے حیران[۲] اور کوئی بیچ احرازِ غوامضِ قدرت کے غنچہ ساں سربگریباں۔ کسو کا مثل گل کے ادراکِ حقائق میں سینہ چاک ہے اور کسی کو بیچ انہماکِ دقائق کے برنگِ سبزہ جا بر خاشاک۔ ایک نکہتِ[۳] ریاحینِ کرمِ عمیم سے معطر دماغ اور دوسرے کو لالہ کی طرح شراب آرزو کی در ایاغ۔ گلِ سرخ آفتاب کا بخیال دریافت تجلّیات اس کی کے شگفتہ و خنداں اور نرگس شوخ چشمِ ماہتاب کا غرفہ بوستانِ سپہر سے مصنوعات اس صانع کی نگراں۔ نظم مؤلف:

شوق میں اس کے طوطیانِ چمن ہیں غزل خواں خوشی سے در گلشن

(۲ب)

قدرتیں اس کی دیکھ کر طاؤس رقص و غنیاگری سے ہے مانوس
دیکھ غنچے کو ذوق سے گل گل ہوئی مفتوں بجان و دل بلبل
عشق سے قمریاں ہیں کو کو زن طوقِ الفت کا ڈال در گردن
باغ میں نخل لیلیٰ و مجنوں سرگوں ہو گیا ز فرطِ جنوں
دلِ صد برگ غم سے تنگ ہوا مثلِ عشاق زرد رنگ ہوا
اس نے سنبل کو پیچ و تابی دی زلفِ دلبر سے انتسابی دی
سرو کو راستی نے کر ممتاز کیا سبزے کو اس کا پا انداز
کرکے غنچے نشاط سے خنداں عندلیبوں کو کر دیا نالاں
نرگسِ مست دیدہ بان کیا صحنِ گلشن کا پاسبان کیا
شمع کو اس نے اشک باری دی اور پتنگے کو جاں سپاری دی

(۳الف)

الغرض ہر جگہ ہے اس کا ظہور اس کی قدرت سے ہے جہاں معمور
کیا ہے ممکن کہ ایک بھی زہزار وصف اس کا میں کر سکوں اظہار
پس یہ بہتر ہے بعدِ حمدِ خدا وز پسِ نعتِ مرسلِ اخریٰ

قصۂ طرفہ تر کروں تحریر
خوش جسے دیکھ ہوں صغیر و کبیر

اوپر ضمیرِ مہر تنویرِ روشن دلانِ معنی شناس و سخن سنجانِ خرد اساس کے مخفی و پوشیدہ[۳] نہ رہے کہ ایک دفعہ چاندنی رات بابرکات میں بتوجہ فراش بشاشِ ماہ کی چاندنی

زرین نور کی صحن آفاق میں بچھی ہوئی لطافت و صفا سے فرش نورانی روز کا تجل کر رہی تھی اور درو دیوار رباط عالم کے آئینہ بندی شعاع ماہتاب سے رشک بہار فردوس کے ہو رہے تھے۔ ایسے ہنگام مسرت التیام میں بیچ ایک (۳ ب) مکان نزہت آگین و نشیمن بہجت قرین کے محفل عیش و نشاط کی آراستہ او بزم سرور و انبساط کی پیراستہ ہوئی۔

راویان شیریں زبان نے اظہار لطیفہ ہائے عجیب سے ... ربائی شروع کری اور حاکیان رنگین بیان نے نغمہ سرائی اسمار غریب سے جاں فزائی۔ ہر ایک بقدر حوصلہ اپنے کے قصص پردازی میں مصروف تھا اور ہر شخص بذلہ سنجی و سخن طرازی میں مشغول۔

ناگہاں ایک نے دوستانِ صمیم و محبانِ قدیم سے یہ مصرع[۵] برجستہ حافظ شیرازی کا (مصرع) "چہ دلاور است دزدی کہ بکف چراغ دارد" بزبان فصیح پڑھا اور دوسرا مضمون اس مصرع پر اعتراض لے جا کر کہنے لگا کہ "اے ناقدانِ عیارِ سخن و صیرفیانِ بازار این فن! دزدِ بدچلن شبِ تار دل شکن میں خفیہ و پنہاں مال (۴ الف) مردم کا چراتا ہے اور جس مقام پر کہ نشان روشنی کا مبرہن ہو اُس جگہ سے آپ کو جائے تیرہ و تار میں چھپاوے۔ اپنے قیاس ناقص اساس میں نہیں گزرتا کہ کوئی سارقِ زشت خوارق چراغ ہاتھ میں لے کر واسطے سرقے کے گیا ہو اور اس قدر شجاعت و دلاوری منصۂ ظہور میں لایا ہو۔"

اس وقت بندے نے دست بستہ ہو کر یہ افسانہ بدیع کہ صفحۂ دل پر مرتسم رکھتا تھا مفصل عرض کیا اور دلِ بے قرار اُس خاطر افگار کا مطمئن کر دیا۔ جس دم کہ نیسان اس حکایتِ نو روایت کا بیچ صدفِ گوش ان والا گوہروں[۶] تیز ہوش کے پڑا سب متفق ہو کر یوں موتی بیان کے سلک تقریر میں پرونے لگے کہ "اے معدنِ حکایات و اے مخزنِ روایات! جواہر زواہر مضامینِ اس افسانۂ مطبوع زمانہ کے نہایت (۴ ب)

گراں بہا ہیں اور لآلیٔ متلالی ماجرائے اس سمر فرحت اثر کے پسندیدہ جوہریانِ بے زیاں کے۔ مگر اندیشہ یہ ہے کہ اگر چندے یہ لڑی دُرِ ثمین معانی کی درجکِ ذہن میں قفل بند رہے اور نیرنگیِ سپہرِ فیروزہ رنگ سے آب و تاب گفتگو کی نہ پاوے تو بے شائبۂ تکلف وزد بدطینت محو و فراموشی کا فرصت وقت کی پا کر دست برد کرے اور سوائے وانہ افسوس کے کچھ باقی نہ رہے۔ مناسب یوں ہے کہ اس گراں مایہ بیش بہا کے تئیں تفویض مقیم قلم اعجاز رقم کے کیجئے اور دارالامنِ صحیفۂ قرطاس میں بیچ صندوقِ مرصع جلد کے جا دیجئے تو ہر لحظہ پیشِ نظرِ کیمیا اثر محافظانِ متاعِ سخن و مارسان گنجینہ اس فن کے رہ َر چشمِ زخمِ خاینِ نسیان کے سے مصئون و ایمن رہے اور کبھو خوف و خطر اتلاف و اصراف کا (۵ الف) نہ ہو۔"

چوں کہ رضائے خاطر احبائے خیر اندیش و مخلصان وفا کیش کی سب چیز پر واجب اور مقدم تھی اور بجاآوری احکام ان تیز ہوشان نیک فرجام کی جمیع امور پر لازم و متحتم لاجرم' الامر فوق الادب جان کر مسکین ذرہ مثال گمانی لال(۷) ولد(۸) موہن لعل کا-تھ رامپوری نے اس حکایت نجستہ روایت کو بزبان اردو مرقوم اور بہ "ریاضِ دل ربا" کہ تاریخِ اختتام اس داستانِ رنگین بیان کی ہے' ملقب و موسوم کیا۔ توقع ناظرانِ دانشور و سخن ورانِ والا گہر سے یہ ہے کہ جس جگہ اس صحیفۂ لطیفہ میں حرف بیجا ملاحظہ فرماویں اصلاح سے دریغ و اغماض نہ کریں' کس واسطے کہ سہو اور خطا لازمہ انسانیت کا ہے اور عفو و عطا بزرگی و قابلیت کا۔

تازگیِ چمن کلام بہ تقاطرِ سحاب شروع قصۂ ندرت (۵ ب) آمود و شگفتگیِ گلشنِ مقال بباد سحری ابتدائے افسانۂ نکہت(۹) اندود(۱۰)۔

باغبان ریاضِ سخن دانی و گلدستہ بندانِ گلزارِ معانی نے گلہائے اس لطیفۂ رنگین کو اس طرح زیبِ دستار نظارگیوں کا کیا ہے کہ کسو شہر مینوچہر میں ایک روپسی، ماہ پیکر، خورشید منظر، فن دلبری میں طاق اور شیوۂ ناز و ادا میں شہرۂ آفاق تھی۔ نخل بندِ گلزارِ جہاں نے نہالِ قامت اس سروِ جوئے دل جوئی کا بیچ چمن زارِ روزگار کے ایسا سرسبز و مطرا پیدا کیا تھا کہ ہزاروں پھول غنج و دلال اور شگوفے خط و خال کے بیچ ہر اغصان اعضائے اس شمشاد رواں کے خنداں تھے اور صدہا غنچے عشوہ و ناز کے بیچ شاخسار انظار اس کی کے نمایاں۔ بدن اس کا لطافت و صفا مثل پیکر حور کے مفطور ہوا اور جمال باکمال اس زہرہ مثال کا اوپر جریدۂ (٦ الف) روزگار کے حسن یوسف کنعان سے المضاعف مسطور۔ جعدِ مسلسل اور زلفِ مشکیں اس لعبتِ چین و انموذجِ حورانِ بہشت بریں کی زنجیرِ بے نظیر دل عاشقوں کی اور جبین باقشقۂ رنگین اس نازنین رشکِ پروین کی جائے طلوع صبحِ جاوید نظارگیوں کی۔ شاخِ ابرو و عبہرِ چشم اس سہی قد گل اندام کی نزاہت بخش دیدۂ شیدا(۱۱) کی اور رخسار دائم بہار اس تازہ گل گلستانِ رعنائی کے ازبس صفائی سے نظارت افزائے دلہا کے(۱۲)۔ زلفیں سیہ فام اس کے چہرۂ تاباں پر ایسی معلوم ہوتی تھیں کہ گویا دو مار سیاہ ایک من ہو کر گرد من کے کنڈلی مارے ہوئے نظربد تیرہ درونان اہرمن خصلت سے بحراست مشغول ہیں اور یا دو ناگن موتی بیسر کو برگ گل پر دانہ شبنم سمجھ کر (٦ ب) دو طرف سے حلقہ زناں بقصد لیسیدن آتی ہیں۔

حلقۂ مرصع اور بلاقِ خوش وضع باُوَرِشین زیب بنی اس نازنین کا اس قسم تھا کہ عشاق تیم(۱۳) کو حلقہ بگوش کرتا تھا اور سلک دندانِ درخشاں کی بیچ دہنِ تنگ اس تنگ دہن لعل لب کی ایسی زیبا تھی کہ جیسے درجکِ یاقوتی میں لڑی موتیوں کی مھیہ ہو اور یا صدف میں گوہر بے بہا۔ زبان معجز بیان اس کی کلام نمکین و خندہ شیریں سے رشک افزائے اعجاز مسیحا کی(۱۴) اور گردن صراحی نمائے اس قلقل گفتار کی چمپاکلی مرصع و زیورات بوارق اشعہ سے روکش شعاع مہر و ماہ کی۔ پنجہ رنگین وست حنابستہ اس آتشیں رخسار خورشید جبیں کا رشک پنجہ مرجان تھا۔ اور سینہ صاف اس صاف دل کا مانند فضائے فرح افزائے جنت (۷ الف) کے مصفا۔ ناریستان اس کے خجالت دہ اناریستان(۱۵) اور شکم اس حورشیم کا در(۱۶) کمال زرق و برق ورق نسخہ گلستان۔ میانش باریک تراز مو و عقد نافش شرمندگی بخش نافہ آہو۔ ساق سیمین آں(۱۷) نازنین(۱۸) دو شاخ شگفتہ و رنگین از شجرہ مراد و پائے آں(۱۹) دلربائے مہرلقا(۲۰) رواق حسن را(۲۱) مستحکم بنیاد۔ رفتارش کبک صفات و گفتارش معدن معجزات۔ ابیات مولف(۲۲):

سراپایش ہمہ کانِ لطافت پُر از زیبائی و ناز و ظرافت

جمالش بود مہرِ برجِ امید دُرِ یکتا ز دُرجِ حسنِ جاوید

دلِ ہر کس فدا بر عشوہ اش بود

قمر شرمندہ از ہر جلوہ اش بود

باوصف اس تمام حسن و جمال کے علم موسیقی و خنیاگری میں اس قدر مہارت و دستگاہ رکھتی تھی کہ خوش لحنی اس کی سے داؤد خوش الحان (۷ ب) لب اپنے بدندان کاٹتا اور ناہید باستماعِ آوازۂ آواز سحر ساز اس طناز جادو طراز کے منظر فلک سے مانند نرگس شہلا کے ششدر و حیران جھانکتا۔ کبھی نغمات جاں پرور سے اعجاز عیسوی بکار لے

جا کر قالب مردہ میں افسون روح و رواں کا دمیدہ کرتی اور کبھی ترانہ ہائے باربدی سے دل ہائے آہنی کو خاصیت موم کی بخشتی۔ جس گھڑی کہ حلل گراں مایہ و ملبوسات فاخرہ ہر ہفت کرکے بسان طاؤس کے رقاص و پائے کوبی میں مصروف ہوتی ہر ایک ٹھوکر میں طنبور حواس نظارگیوں کا تارگسل کرتی اور جس دم کہ قانون نادر سے قانون نغمہ و ترنم کو کوک دیتی مانند چنگ کے تار ندامت سے تان سین و اودھو نایک کو پشت خم کرتی۔
ابیات:

بعلم سرودش چناں بود ہوش — کہ ہر عضو میداشتی (۸ الف) حکم گوش
شدن زہرہ از رقص او منفعل — ز الحان او سوختی جان و دل

القصہ وہ کرشمہ سنج و عشوہ ساز اعجوبۂ روزگار و نادرۂ آفاق تھی اور بسبب مشاکلت جبین زہرہ کے زہرہ سیما نام رکھتی۔ اس جادو نگاہ رشک ماہ کے دو آشنا از جان فدا تھے، گویا سپہر حسن و جمال کے دو نیر تاباں و پر ضیا۔ ایک ان سے فن دزدی میں فرید زمان تھا اور دوسرا ہنر ٹھگی و طراری میں وحید دوراں۔ دونو عاشق صادق نے با دل و جان شیفتہ و فریفتہ اس غارت گر دین و ایمان کے ہو کر جس قدر زر سرخ و سفید کہ اپنے کیسۂ اقتدار میں رکھتے تھے حوالے اس گنجینۂ حسن و ناز کے کر دیا اور ہموارہ اجنحہ طائر ہنر اپنے کا کھول کر بہزار مشقت و جاں فشانی مال مردم کا بیچ (۸ ب) خدمت عالی ورجت اس کی کے حاضر کرتے اور بیچ تقدیم لوازم خدمات و اطاعت اس فرماں روائے کشور رعنائی کے سرمو تجاوز و تخالف نہ کرکے ایک نگاہ عنایت اس کی کو سرمایہ حیات ابدی کا جانتے۔ ابیات مولف[۲۳]:

ایک مژگاں کی نوک سے گھائل — تیغ ابرو سے دوسرا بسمل
اس کے عشوے نے ایک مرتا تھا — دوسرا جان سے گزرتا تھا

لیکن اس فسوں ساز سراپا ناز نے ایسا نقاب غفلت و پردہ بے خبری کا اوپر چہرۂ بے بہرہ ان دونو بے دلوں کے ڈالا تھا کہ ایک کو روابط موانست و مخالصت دوسرے کے سے اطلاع نہ تھی اور ضوابط مصادقت و مجالست سے یک دیگر میں بے آگہی۔ یعنی وہ علامہ دوران اگر دن کو ساتھ دزد کے مراسم آشنائی و الفت کے ظہور میں لاتی تو رات کو ساتھ (۹ الف) ٹھگ کے داد عشرت کی دیتی، اور اگر شب کو محفل مباشرت کی شمع وصال دزد عیار کے نور آگیں کرتی تو روزانہ بزم معاشرت کے تئیں بفروغ جمال طرار کے رونق بخشتی۔ ابیات مولف(۲۴):

کبھی صحبت سے اس کی وہ مسرور　　کبھی یہ جام وصل سے مخمور
گاہ اس کو حصول بوس و کنار　　گہ نصیب اس کے شربت دیدار

غرض(۲۵) کہ ایک مدت ممتد اوپر اس طریقۂ انیقہ کے گزری اور کوشش ہائے فراواں و ترددات نمایاں ان دونو کی سے اس قدر مال متوافر و خزانۂ متکاثر بیچ گھر اس عشوہ گر کے فراہم ہوا کہ صراف سپہر بھی اتنا زر سرخ و سفید انجم کا بیچ صندوق کہکشاں کے نہ رکھتا ہو اور خازن گیتی نے اس قدر خزینہ کسی بشر طالع ور کو نہ بخشا ہو۔ ایک روز بیچ خلال اس حال کے کہ(۲۶) گنجفہ باز بدقماش شب نے جنگ تعدی و اعتساف کا اوپر (۹ ب) میر بساط آفتاب کے دراز کرکے چہرۂ فیروزہ فام سپہر کا زخم ہائے شفق سے سرخ کیا اور تاج سفید جڑاؤ ماہتاب کا برسر اور شمشیر سیہ نیام تاریکی کی خفیہ در کمر لے کر ساتھ فوج غلامان زریں قبائے انجم کے ٹیپ ٹاپ فراواں سے بیچ قمارخانہ روزگار کے برات توارد کی دی۔

دزد عیار بعادت معمود و رسم مستمرہ کے محل سرائے اس دل ربا سے برآمد ہوتا تھا۔ ناگہاں طرار دل فگار اوپر آستانہ ملک آشیانہ کے مقابل و دوچار ہوا اور رقیب

بدنصیب کو مکان دل دار سے نکلتا دیکھ کر پرکالہ آتش (۲۷) بن گیا۔ نہایت غم و غصہ سے شعلہ قہر کا پیچ مجمر سینے کے مشتعل ہوا اور رنگ چہرے کا طریان خشم سے مبدل ہوگیا۔ یکبارگی حرقت حمیت سے مانند نار سوزاں کے بھڑک اٹھا اور بسان شمع فروزاں کافور کے جل کر یوں حرف زن ہوا کہ "اے (۱۰ الف) فاجر زشت اطوار و اے کافر تیرہ کار، تو کون ہے کہ کاشانۂ جنت نشانۂ جاناں، راحت جان میری سے برآمد ہوا؟ اور بے دہشت و باک دست ناپاک اپنا پیچ گردن معشوقہ آرام تن میری کے ڈال کر سلامت جاتا ہے۔"

وزد عربدہ جو نے یہ گفتگو اس بدخو کی سن کر دوبدو جواب دیا کہ "اے سیہ رو، تو واقف نہیں ہے کہ میں ایک مدت سے زخم ناوک محبت اس کمان ابرو کا پیچ گوشہ دل کے رکھ کر موبمو مفتون ہوں اور جس قدر مال و متاع کہ بہم پہنچاتا ہوں قربان فرق مبارک اس ماہ رو عنبریں گیسو کے کرتا ہوں۔ آج تک میں حال تیرے سے آگہی نہ رکھتا تھا۔ واللہ باللہ کہ تیرے تئیں نشانہ تیر اجل کا کرتا اور سر تیرا فتراک مرگ سے باندھتا۔ اب ہوشیار و خبردار ہو کہ لحظے میں بپاداش اس جرم کے تیرے تئیں اس دار ناپائے دار (۱۰ ب) سے بدار البوار پہنچاتا ہوں اور کسی نوع سے دار مدار نہ کرکے حلاج کردار دار سے سرفرازی دوں۔"

جب اس طرح سے بازار نزاع و تکرار کا گرم ہوا اور رد و قدح بسیار ہو کر نوبت بہ رزم و پیکار پہنچی وہ علامۂ روزگار صدائے شور وغل ان دو اشرار فجار کی سن کر اپنے مکان رشک بہار سے باہر آئی اور بوجہ احسن واقف اسرار کی ہو کر بگفتار فصیح یوں حرف زن ہوئی کہ "اے دونان پست فطرت و اے بوالہوسان کم جرأت، یہ قضایا و فساد تمہارا محض لاحاصل ہے اور بغض و عناد یک دیگر کا سراسر باطل، کس واسطے کہ

فرقہ ہمارا بہ خمیر طمع تخمیر ہے اور رباط دل نشیں وجود اس گروہ کا حرص و آز سے تعمیر۔ مرد دانا وہ ہے کہ ہرگز عنان دل فریب ہمارے پر فریفتہ و مبتلا نہ ہو اور اظہار دل بستگی (۱۱ الف) و محبت اس فریق زشت طریق کے تئیں خالی از اعتماد و خارج از صدق و سداد جانے، کس واسطے کہ عقل مندوں نے فرمایا ہے (المولفہ):

رنڈی ہے نہ آشنا بشر کی ہے صرف یہ دوست مال و زر کی
زر تک ہے بجاں یہ تجھ پہ مائل جب زر نہ رہا تب اور در کی

"ہر چند میں مودت کیش و موالفت اندیش درجہ ابنائے جنس اپنی سے گزر کر بصدق نیت طویت تم دونو صاحبوں سے ربط اخلاص و طریقہ اختصاص کا مستحکم رکھتی ہوں لیکن آخرکار بقول اس کے (سعدی):

بدوزد طمع دیدۂ ہوش مند
درآرد طمع مرغ و ماہی بہ بند

خواہش زر کی دامن گیر ہے اور ہوائے افزونی مال و متاع کی مکمن دل میں جاپذیر۔ بس بہتر یہ ہے کہ تم دونو صاحب کینۂ بے قرینہ کو اپنے سینۂ اندوہ گینہ سے نکال کر بفراغ خاطر واسطے (۱۱ ب) لانے زر کے روانہ ہو اور خزینہ بسیار اور گنجینہ بے شمار لاؤ۔ جو شخص کہ مال خطیر و دولت غفیر لاوے گا معشوقۂ مراد کو ہم آغوش پاوے گا اور جو کوئی کہ اجتماع اموال میں اغماض کرے گا شربتِ وصال و لذتِ اتصال سے محروم رہے گا۔"

نشوونما کردنِ طرّار ہنرِ خویش در صحرائے پُرخطر و آوردنِ مالِ تاجرانِ صاحبِ زر

اے یارو! یہ فلکِ کج رفتار و چرخِ ستم گار عجب ساحر تازہ کار ہے کہ نیرنگی اپنی سے دو ملاؤں میں مرغی حرام کرکے کارد جور و ستم کا اوپر گردن بے گناہوں کی تیز کرتا ہے اور سحر سازی و دغا بازی سے ذائقہ چاشنی غفلت کا چکھا کر مال مردم کا تاراج کرے۔

مصداق اس مقال اور شاہد اس حال کا یہ کہ جب ان دو مست جام آرزو نے گفتگو اس شعلہ خوئی گوش کری (۱۲ الف) ' یکبار بحر تفکر میں ڈوب کر خاموش ہوئے اور بجز اس کے کچھ چارۂ کار نہ دیکھا کہ ہر ایک(۲۸) جوہر شمشیر تیز اپنی کا اوپر معقلہ رائے دوسرے کے نشوونما کرے اور عیار فنون کو محک امتحان پر لگا دے۔ لاچار انقیاد امراس رشک قمر کا واجب و متحتم جان کر کمر ہمت کی چست باندھی اور واسطے لانے زر کے مستعد و سرگرم ہوئے۔

ٹھگ نے گذارش کیا کہ "اے عیار مکار! اول صنعت میری ملاحظہ کر کہ کس زیرکی و دانائی سے دام تزویر کا پیچ صیدگاہ اجتماع زر کے بچھاتا ہوں اور کس حکمت عملی سے دولت بے قیاس لاؤں۔"

المدعا وزد دانا ہمراہ اس کے ہوا اور وہ سحرکار طرف صحرا کے چلا۔ جب تھوڑا ایک راہ اس دشت جاں کاہ سے طے کیا ایک سوداگر نیکو منظر کے تئیں دیکھا کہ نہایت سلیم الوضع' حلیم الطبع' باقافلۂ گراں و اموال بے کراں' سایۂ (۱۲ ب) درختاں میں فروکش ہے اور ارادہ روانگی ممالک دکن(۲۹) کا پیش نہاد خاطر رکھے۔ یہ دونو بہ رہ گزر مصلحت قافلہ سالار سے شناسائی حاصل کرکے شامل قافلے کے ہوئے اور عزم اپنا بھی

اسی طرف کو ظاہر کر کے بدطینتی سے بہ کمین انتزاع مال ہمراہ چلے۔

تاجر میہماں(۳۰) نواز ان دونو سیہ باطن کے تئیں مسافر غریب الوطن سمجھ کر باقصیٰ غایت دل دہی و خاطر داری کرتا اور سفرہ مطعومات لذت بار و مشروبات شیریں کار کا بچھا کر ساتھ اپنے کھانا کھلاتا لیکن طرار دغاباز تناول غذائے نمکین سے احتراز کر کے طعام بے نمک کھاتا اور ہر ساعت مانند بندہ ہائے عبودیت شعار کے تملق و چاپلوسی ہائے ابلہ فریب کرتا۔ ایک روز شان الٰہی سے سہو اوپر طبیعت اس بدطینت کے غالب ہوا اور راہ خطا و (۱۳ الف) نسیان سے لقمہ طعام نمکین کا تناول کر گیا۔ فی الفور بے تاب و بے قرار ہو کر مانند قالب بے جان کے(۳۱) زمین پر پڑا اور زار زار رو کر رخ اپنا بناخن اندوہ و ملال چھیلنے لگا۔ کبھی کاسۂ سر کو سنگ افسوس پر توڑتا تھا اور کبھی نہایت غم سے عالم مایوسی میں یہ اشعار پڑھتا (لطف اللہ):

طالئے وارم آں کہ از پئے آب گر روم سوے بحر بر گردد
ور بدوزخ روم پئے آتش آتش از یخ فسردہ تر گردد
ور بہ راہے روم بہ جستن خاک
خاک نایاب ہم چو زر گردد

جس وقت بازرگان نیک خصال نے کہ مانند بزرگان فرخ فال کے تھا یہ حال پراختلال اس شکستہ بال کا دیکھا مربیانہ دل داری و غم خواری کر کے بآستین عنایت گرد ملال کی چہرے سے جھاڑی اور مہربانی و شفقت کمال سے پوچھنے لگا کہ "اے شفیق ہم دم و اے رفیق محرم (حسرت):

(۱۳ ب) تڑپے ہے دل ترا اے واللہ کیا ہوا
کس کی نگہ کا تیر لگا آہ کیا ہوا

اگر(۳۲) از راہ کرم و اشفاق راز دل اپنے کا اس خادم الفقرا(۳۳) سے بیان کیجئے اور مکنونات خاطر خطیر اپنی پر اطلاع دیجئے عالم اخلاص میں گنجائش رکھے اور بعید محاسن اخلاق سے نہ ہو۔ (ابیات(۳۴) مولفہ)

"میں ہوں ایک مدت سے تیرا رفیق
تو اظہار کر رازِ دل اے شفیق
مناسب نہیں مجھ سے اخفائے راز
کہ ہے مجھ کو خدمت میں تیری نیاز"

جب ٹھگ ہم سیرت سگ نے ایسے کلام الفت نظام اس پیر مرد ہم درد کے گوش کرے اور اصرار اس کا بیچ استکشاف اس اسرار کے بیشتر دیکھا کف افسوس مل کر کہنے لگا کہ اے نیک سیرت ملک خصلت، میں سیہ باطن خارج از وطن (شعر):

ہوں وہ آوارہ کہ طفلی ہی میں جوں اشک مجھے
کر دیا مادرِ ایام نے (۱۴ الف) گھر سے باہر

ایک مدت گزری کہ شگرفی روزگار ناہنجار و نیرنگی زمانہ غدار کی سے حالت یتیمی میں وطن مالوفہ سے جدا ہو کر بیچ فلانے شہر کے اقامت پذیر ہوں۔ جب ایام طفولیت سے حد بلوغ کو پہنچا بیچ دام الفت ایک عورت کے گرفتار ہوا اور واسطے تحصیل معاش کے پیشہ ٹھگی و طراری کا اختیار کیا۔ اب بموجب ارشاد اس حور نژاد کے بنابر حصول زر برفاقت اس دزد بدگہر کے کہ رقیب بدنصیب میرا ہے مسکن دل دار سے برآمد ہوا اور قافلے تمہارے کو متموّل و اہل دول جان کر بانتظار فرصت وقت کے ہمراہ تھا کہ اگر کسو صحرائے لق و دق میں کوئی ایسا مقام محرز کہ جہاں آمدورفت مردم کی نہ ہو نظر آوے تمہارے تیئں درجہ شہادت کو پہنچا کر مال و منال پر قابض ہوں اور دامن آرزو کا مالا

مال (۱۴ ب) مراد کروں۔ اور تناول طعام نمکین سے اس واسطے پرہیز تھا کہ در صورت کھانے نمک کے دست تعدی کا دراز نہ کر سکوں گا اور سررشتہ نمک خواری و جاں سپاری کا ہاتھ سے دیا نہ جائے گا۔ اس وقت کہ بخت خفتہ میرے نے ناسازگاری اور طالع بیدار تمہارے نے یاری کری از راہ خطا نمک تمہارا تناول کیا اور بندہ نمک خوار و غلام بجاں نثار ہو گیا۔

"اب شرط نمک حلالی کی نہیں کہ تم سے بہ دغا پیش آؤں اور مخدوم و مولی اپنے کو اذیت پہنچاؤں' کس واسطے کہ شخص نمک حرام نزدیک جمہور انام و خلایق عظام کے سواد الوجہ فی الدارین ہوتا ہے اور بے تصنع سرمایہ عزت و وقار کا کھو کر اپنے تئیں دریائے معصیت میں ڈبوتا ہے۔ مرد دانش مند و انسان خرد پیوند کے تئیں لائق و سزاوار ہے (۱۵ الف) کہ جس کا نمک کھاوے حکم اس کا پالے و جان بجا لاوے اور کبھی اس کو مانند چرخ کج رفتار کے پشت دغا کی نہ دکھاوے:

حق نمک ہر کہ نیارد بجائے   گرچہ بود کوہ بیفتد ز پائے
ہر کہ سر از خدمتِ مولی کشید   خاک برآں سر کہ چہ خواری ندید"

جس وقت سوداگر صاحب زر نے ایسی تقریر بے نظیر اس جوان وفا تخمیر کی سنی اوپر رائے رزین و خرد صواب گزین اس کی کے ہزاروں تحسین و صدہا آفرین کری اور تبسم کر کے کمال تعجب و تحیر سے کہا کہ "اے رفیق شفیق و اے عزیز خلیق' فرمانا تیرا بالتحقیق درست و وثیق ہے کہ مرد لیق حقوق نمک خواری کے بجالائے اور کوئی دقیقہ دقائق خدمت گذاری سے فروگذاشت نہ کرے مگر اس کلام تحیر التیام تمہارے سے کہ سب کے تئیں مرتبہ شہادت کو پہنچایا ایک بات تعجب آمیز[۳۵] و دقیق پیچ (۱۵ ب) جیتہ خیال اس غریق دریائے حیرت کے مضمر و تعلیق ہوئی اور کسی طرح سے

تصدیق اس تدقیق کی نہیں ہوتی یعنی اکیلا سورماں چنا بھاڑ کو کس طرح پھوڑے(۳۶) اور کوہ کن ناتواں(۳۷) تنہا پہاڑ کو کیوں کر توڑ سکے؟ تم میں اس قدر زور و طاقت نہیں دیکھتا کہ مقابلہ ایک شخص کا کر سکو اور نیرو و توانائی میں ادنیٰ رفقائے میرے سے عہدہ برا ہو۔ پس کس حکمت و ترکیب سے صدہا مردم کو مارتے اور مال و اسباب ہمارے پر قبضہ پاتے؟"

ٹھگ ساحر و تازہ کار نے لب بہ(۳۸) تبسم کھولا اور ہنس کر التماس کیا (شعر):(۳۹)

"با تو چہ ضائع کنم افسونِ خویش
قبلہ منی قابلِ افسوں نہ"

مگر اس وقت محض بہ واسطہ نمائش ہنر اپنے کی ایک عمل تسخیر طیور کا پڑھ کر کارد کے تیئں زمین میں گاڑتا ہوں۔ آپ بخوبی ملاحظہ فرمایئے کہ کس قدر (۱۶ الف) جانور خود بخود حاضر ہو کر جان اپنی رائگاں دیتے ہیں اور آب و دانۂ اجل سے سیر ہوویں۔ اسی طرح اگر عمل انسانوں کا پڑھوں صدہا مردم رہ گرائے منزل عدم کے ہوں اور اس جہان فانی سے رحلت فرماویں۔"

یہ کہہ کر فی الفور ایک چاقو کمر سے نکالا اور کچھ منتر پڑھ کے زمین میں گاڑا۔ مجرد تعمیل اس عمل کے صدہا طائر آنے لگے اور گردن اپنی اس کارد تیز سے کاٹتے۔ ایک پہر میں اس جائے محشر نما پر جان صدہا جانور کی ضائع ہوئی اور سب مردم قافلہ الحفیظ کرنے لگے۔

فی الحال قافلہ سالار اٹھا اور دست بستہ کہنے لگا کہ "اے عزیز! بس کر اور خون ، تق ان بے گناہوں کے سے درگذر۔ تو اپنے ہنر کا استاد کامل ہے اور علم سحر میں یکتا

عاجل۔ کسو کے تیئں کیا طاقت کہ روبرو تیرے دم شجاعت و دلاوری (۱۶ ب) کا مارے اور شمشیر قہر تیری سے جان بر ہو۔ اب میں تجھ کو بہ رضا و رغبت اپنی دو توڑے اشرفی کے بے شروفی دیے اور عوض (۳۰) دیت و خون بہائے ان طیور گرفتار بلا کے یہ کیسے پُراز زر نذر کئے۔ ان کو لے کر بامحتاج اپنے میں صرف کر اور ہمارے تیئں صرف مطیع و فرمان بردار جان (مادھورام): (۳۱)

لطفے نمودہ کہ ندارم زبانِ عذر
ای عذر را حوالۂ لطفِ تو می کنم"

مجرد سننے اس سخن کے مرد طرار نے کارد کو زمین سے اکھاڑ کر توڑے اشرفی کے بیچ قبضے اپنے کے کئے اور تاجر فرخندہ سیر سے رخصت ہو کر معیت دزد روانہ ہوا اور اپنے دل میں سوچا کہ "یہ موٹی چڑیا تو قفس تزویر سے گریز کر گئی اور دام فریب میں اسیر نہ ہوئی۔ اب مقتضاء دانائی کا یہ ہے کہ کوئی اور جال حکمت کا بچھا کر آب و دانہ خدع شگرف (۱۷ الف) کا بہم پہنچاؤں اور طائر سعادت کا بیچ پھندے کے لاؤں۔"

فی الحال بدیں ارادۂ فاسد بیچ ایک شہر کے وارد ہوا اور دکاکین حلوائی سے (۳۲) جس قدر شیرینی کہ قسم لڈو و پیڑہ و برفی و مکھن پیڑہ و دربہشت و لوزیات و کلاقند و نبات و غپ چپ گلاب آمیز و جلیبی تازہ و شکر ریز لچی و حلوائے تازہ، نان خطائی و نقل بامزہ سے دستیاب ہوئی، بقیمت خرید کری اور درمیان ایک صحرا کے اُس جگہ کہ گزر گاہ مسافران و تاجران کا تھا جا کر زیر سایہ درختان عظیم الشان کے چبوترۂ بلند پر دکان حلوائی کی کھولی اور ارزاں فروشی اختیار کری۔

جس وقت کہ سیاح جہاں گرد خورشید کا بیچ ولایت نیم روز کے داخل ہوا ایک قافلہ تجار مال دار کا بامال و متاع بسیار اور اتحاف نفیسہ ہر دیار راہ و دور وراز (۳۳) و

منازل (۱۷ ب) صعب و جاں گداز سے وارد اس مقام کا ہوا۔ چوں کہ تابش آفتاب کی از بس تمازت سے مرغ دل کو بیچ قفس عنصر کے بے تاب کرتی تھی اور حرارت شرارت سے رفتار ایک قدم کی محال و دشوار معلوم ہوتی تھی' قافلہ سالار نے زیر ان درختوں کے کہ وہ حلوائی قصائی اونچی دکان و(۳۴) پھیکا پکوان رکھتا تھا' رخت اقامت کا ڈالا اور دکان حلوائی کی اس راغ پر کلاغ میں دیکھ کر نہایت تازہ دل و تر دماغ ہوا۔

ٹھگ سامری کیش خدع اندیش نے مجرد دیکھنے اس قافلۂ متموّل کے شکر عنایت نامتناہی الٰہی کا ادا کیا اور سحر غفلت کا اوپر شیرینی کے پڑھ کر بزبان شیریں مذاق گفتگو کو اس طرح سے حلاوت دی کہ "اے مسافران عالی شان! ظاہر و عیاں ہے کہ تم منزل دراز طے کرکے درمیان اس صحرائے وحشت تواماں کے پہنچے ہو (۱۸ الف) اور طریان گرسنگی و عطش سے بے تاب و تفسیدہ دہان ہو۔ مناسب یوں ہے(۳۵) کہ پانی مشمر زندگانی اس چاہ زلال امتلا سے نکال کر لب خشک اپنے کو طراوت دو۔ بعدہ جس کسی کو کہ حق تعالیٰ نے دولت و زر نصیبہ بخشا ہے یہ شیرینی نفیسہ و خوش ذائقہ کہ جس کی چاشنی حلاوت سے ارواح ملایک کی اندر بہشت کے تروتازہ ہو جاوے بے منت قیمت خرید کرکے کھا جاؤ' اور جو شخص کہ حالت مفلسی و تہی دستی میں ماخوذ و گرفتار ہو بے شک کرم سے مال اپنا سمجھ کر اس نعمت الوان کو کہ ماہ و خور میں برابر اس کے صفائی و آب تاب(۳۶) نہیں ہے نوش جان فرماؤ اور کچھ پس و پیش خاطر میں نہ لاؤ۔ کس واسطے کہ اس خادم مسافراں و خاک پائے سیاحاں کے تئیں منعم بے نیاز نے بہت کچھ دولت دنیا سے کرامت فرمایا ہے اور کسی طرح (۱۸ ب) کی حرص و آز دل عقیدت منزل میں نہیں رکھتا۔ اس باعث سے جس قدر سرمایہ کہ بیچ قبضے اپنے کے رکھتا ہوں اوپر اہل حاجت و مساکین کے فی سبیل اللہ وقف کیا اور خدمت گذاری اس فریق

نیک طریق کے تئیں عین سعادت جان کر کسی چیز سے اغماض نہیں کرتا بلحاظ اس کے (شعر):

ہر کہ دریں عالم است روزیؑ خود می خورد
واسطہ، خوش نماست مفت کرم داشتن"

جب مردم قافلہ نے ایسے سخن چرب و شیریں اس رشک یوسف مصری کے سنے بغایت متعجب و متحیر ہوے اور کسی کی خاطر پہ یہ عقدۂ لاینحل وا نہ ہوا کہ اس تواضع سمرقندی کا ایسے ویرانے میں باعث کیا ہے اور یہ حلوائی دلبرانی کس بات کی اس مدارات میں مکنون خاطر رکھے۔ از بس کہ حالت گرسنگی میں بے حواس ہو رہے تھے کچھ اس کے دل کے اندر کی (۱۹ الف) نہ بات پا کے اکثر اشخاص نے برفی و لوزیات وغیرہ کہ جس کی تاب اوراق نقرہ و طلا سے آفتاب کا زرہ وہی بڑا شرمندہ ہوتا تھا پوری قیمت دے کر خریدا اور اکثر نے مال مفت دل بے رحم سمجھ کر دست برد کا اوپر اس اطعمہ لذیذ کے دراز کیا۔ فی الفور باتفاق یک دگر تسلط جوع سے رجوع ،طعام لا کر اس شیرینی مشک بو راحت افزا کو کہ خواص زہر شیریں کا رکھتی تھی نقل فرمایا اور ریوڑی کے پھیر میں آکر تھپیڑا دغا و فریب کا اوپر منہ کے کھایا۔

ایک لحمہ نہ گزرا تھا کہ آنکھ و ناک کے اندر سے یکایک بھبوکے سے نکلنے لگے اور بے تابی و(۴۷) بے قراری سے دل بیچ کا نون سینے کے جلنے لگا۔ ایک بارگی تاریکی آنکھوں میں چھا گئی اور مانند مخموران سرمست کے بے ہوش و حواس ہوگئے۔ جس وقت رہزن غفلت (۱۹ ب) نے متاع بیداری و ہوشیاری ان کی بیچ قبضہ اقتدار اپنے کے کری اس ذقت وہ ٹھگ بدقوام مال و اسباب اس قافلہ بے چارہ و مستہام کا ناقہ ہائے بار بردار پر بار کرکے اس مکان نمونہ طوفان سے روانہ ہوا اور چند روز میں بیچ دولت

سرائے معشوقہ دل ربا کے آ پہنچا۔ اس حریص مضطر نے بے خطر زر کو لے کر دزد صاحب ہنر سے فرمایا کہ "اے دانشور! اب تو(۳۸) بھی اپنا جوہر اس بے خبر پر ظاہر و باہر کر کے گنجینہ لاعددو حصر لاؤ اور کسی نوع کے خوف و ہراس کو دل میں راہ نہ دے کے صنائع فنون اپنے کے جلوہ گر کر(۳۹) کہ بحکم آں کہ (شعر) :

رضائے دوست طلب می کنی جفاکش باش

کہ خار و گل ہمہ بایک دگر تواند بود"

چور منہ زور نے باصغائے اس ندا کے پنجۂ سوال اس رشک پنجۂ مرجان کے تیئں بحنائے اجابت رنگین کرکے ٹھگ سے مطارحہ کیا کہ "اے (۲۰ الف) کم بخت پر دغا و اے جو فروش گندم نما! ہنر تیرا ہم نے بدیدۂ تماشابیں دیکھا کہ خون صدہا جاندار بے گناہ کا وبال گردن اپنی کا کرکے زر قلیل فراہم کیا اور نرد دغا کی پیچ ششدر مدارات کے کھیلا۔ اب ہمارے شیون حیرت افزا و فنون ندرت نما کو ملاحظہ کر کہ کس فطرت و منصوبہ سے مال فراواں و زر بے کراں لاتا ہوں اور کس طرح کی دانائی تجھ کم حوصلہ دوں ہمت کو دکھاتا ہوں۔"

برآمدن دزدِ عیّار بہ قصرِ بادشاہ و قتل ساختن وزیرِ عالی جاہ و ظاہر کردن روید ادِ خود از سلطان بلباسِ وزیر و دزدیدہ آوردن از آں جا زیور و زرِ کثیر

جس وقت دزد تیرہ درون شب نے زر وہ وہی آفتاب عالم تاب کا پیچ دامن دل کی چرایا اور افسانہ سیہ باطنی اپنی کا مسامع مجامع سلطان روشن ضمیر آفاق کے پہنچایا سارق دانش مشارق نے کمر (۲۰ ب) ہمت کی چست باندھ کر اپنے دل میں تصور کیا کہ

"آج کے روز جس قدر نعمت و زر کہ بیچ مخزن والی اس شہر کے موجود ہے اس قدر جمعیت سیارہ و ثوابت کی بیچ صندوقچہ مرصع فلک کے نہیں اور دانایانِ اہلِ اعتبار اور خردورانِ اولی الابصار نے بھی' خاک برداشتن از تودۂ کلاں فرمایا ہے۔ بہتریوں(۵۰) ہے کہ ہما کے مانند سایہ وجود اپنے کا برسر قصر سلطان عصر کے ڈالوں اور بال و پر ہمت کے بہ اخذ لعلہائے بیش بہا و جواہرات لا انتہا کے کھولوں۔"

آخر کار بدیں میثاق وشوار ایک میخ زن فولادی اور چند میخ آہنی ہاتھ میں لے کر بعروۃ الوثقیٰ عنایتِ الہیٰ کے روانہ ہوا اور ٹھگ ممتحن سیہ باطن کو ہمراہ لے کر خفیہ و پنہاں زیر محل بادشاہ دوراں کے جا بیٹھا۔ جب نصف شب با نتظار و تعب گزری اور گھڑیال نواز نے واسطے انتشار (۲۱ الف) صدا کے گھڑیال بجانی شروع کی عور باشعور نے فراست و فرزانگی اپنی کو کام فرمایا اور فی الفور شعبدۂ شگرف ظہور میں لایا یعنی جس وقت کہ گھڑیالی گھڑیال پر چوب لگاتا تھا وزد دانا میخ آہنی دیوار میں نصب کرکے بلائے محل جاتا تھا۔

رفتہ رفتہ در اثنائے آواز جرس کے چور کٹھور مع ٹھگ اوپر بام عالی مقام کے کہ ہمسر رواق نیلی نام سپہر کے تھا جا پہنچا اور بیچ شبستان شاہی کے درآمد ہو کر بعین الیقین مشاہدہ کیا کہ ایک مکان جنت نشان مانند طبائع مصفا و دل مجلائے ارباب تحقیق کے جواہر درخشاں اور لعل بدخشاں سے نہایت پاکیزہ و لطیف تعمیر ہے اور یاقوت گراں بہا و زمرد خوش نما بیچ درودیوار رشک بہار اس کے کے ممتزج و رونق پذیر۔ فرش مخملی و زربفت نے اس جائے (۲۱ ب) رشک بہشت پر ایسا جلوہ تمہید کا پایا کہ آفتاب عالم تاب نے نہایت شرمندگی آب و تاب اس کی سے منہ اپنا بیچ نقاب ظلمانی لیل میں چھپایا اور گل عذاران پری چہرنے خجلت نزاکت و ملایمت سے جلباب سیہ تاب زلف کا اوپر

رخسارہ(۵۱) تابندہ اپنے کے ڈالا۔

شمع ہائے موم و کافور کی اس قدر رونق و زیبائش دے رہی ہیں کہ روبروئے شعاع ان کی کے چراغان انجم شبستان فلک میں بے نور و ضیا دکھائی دیں اور جھاڑ ہائے بلوریں کی روشنی اس قسم نور افشانی ہو رہی ہے کہ ماہتاب کا سینہ حسرت اس کی سے داغ داغ ہو جاوے۔ الحق (المولفہ) :(۵۲)

مصفا مکاں وہ کہ خلدِ بریں جسے دیکھ ہو رشک سے شرم گیں
جڑے سینکڑوں جس میں تابندہ لعل چمکتے ہوئے مثل خور کے کمال

(۲۲ الف)

کہیں ہیں بچھے فرش زربفت کے کہیں مخملی(۵۳) رنگ اصناف کے
بچھا بیچ میں اک جڑاؤ پلنگ قمر بھی جسے دیکھ ہو جائے دنگ

اس چھپر کھٹ زر نگار و پلنگ نادر کار پر بادشاہ دوراں، مالک ملک سلیماں، استراحت فرما ہیں اور وزیر صائب تدبیر فرش دیبا و حریر پر کہ ملائم تر ورق گل سے تھا بیٹھا ہوا معروف دابنے پائے مبارک کا ہے اور بآواز فصیح لطیفہ رنگین وفسانۂ شیریں بیان کرتا ہے۔

از بس کہ خوئے و عادت اکثر اشخاص کی ہوتی ہے کہ بحالت استماع قصہ و حکایات(۵۴) کی نوم اوپر طبیعت کے استیلا پاوے۔ ناگہاں اس وقت خواب شیریں نے بدیدۂ حقیقت بین سلطان السلاطین کے جا کری اور چشم زخم دوران پُر تشویر سے بضاعت ہوشیاری و (۲۲ ب) بیداری وزیر ارسطو نظیر کے بھی ہاتھ سے گئی۔ سارق بدکیش انتظار پا کر مانند پیک اجل کے برسر وزیر آیا اور ضربات شمشیر آب دار و خنجر خوں خوار سے سر اس بے تقصیر کا گوئے صفت اوپر زمین کے ڈالا۔ نعش کو زیر پلنگ

بادشاہ کیوان بارگاہ کے مخفی و مکتوم کیا اور آپ لباس وزیر کا قامت پر راست کر کے بجائے وزیر آہستہ آہستہ کف پائے مبارک ملنے لگا۔

بعد یک(۵۵) ساعت کہ حضرت قدر قدرت کچھ ایک بیدار ہوئے' اس کامل خرد کو وزیر قیاس کر کے کچھ مبالات حال اس کے کی نہ کی اور فرمایا کہ "اے دانشور! یہ اظہار کسو داستان عجیب و افسانۂ غریب کے خاطر فیض مظاہر کے تئیں محظوظ و مستبشر کر اور باقتضائے فراست و دانائی کے ارتضائے طبع ہمایوں (۲۳ الف) کو باعث مزید امتیاز و بہبودی و اعزاز اپنی کا جان۔"

اس عالی حوصلہ ذی شعور نے لوح جبین کو بنقوش بندگی نور آگیں کر کے معروض عاکفان پایۂ سریر خلافت کے کیا کہ "خداوند نعمت ایک بلدۂ مینو سواد میں ایک رنڈی رشک قمر زیبا منظر ماہ رو عنبریں گیسو(۵۶) وو آشنا حالت تعشق میں مبتلا رکھتی تھی۔ ایک ٹھگ طرار اور دوسرا شب گرد ندار اور دونوں حال دوستی یک دیگر سے ساتھ اس پری پیکر کے بے خبر تھے۔ ایک روز بحکم تقدیر در معشوق پر ملاقات یک دگر (۵۷) نصیب ہوئی اور بازار نزاع و ہنگامہ عناد کا گرم ہوا۔ اس مکارہ نے آگاہ ہو کر زبان فہمائش کی کھولی کہ تکرار تمھاری کچھ موثر بمفاد نہیں ہے۔ جو کوئی کہ سیم و زر زیادہ لاوے گا مجامعت میری سے اختظاظ اٹھاوے گا۔' مجرد (۲۳ ب) شنیدن اس کلام کے ٹھگ بیداوگر نے باستمداد و معاونت سحر کے مال دو سوداگران صاحب زر کا دست برد کر کے نذر اس عشوہ گر کی کیا اور بغرور باطل نازاں و متکبر اور پر فہم رسا طبع ذکا اپنی کے ہوا۔" حاکی بیدار مغز و راوی حکایت نغز نے یہاں تک افسانۂ خوش طرز و قصۂ پُر رمز کو شرح دیا تھا کہ بادشاہ جم جاہ پھر بسان بخت اعدا کے خواب میں گئے اور بے دغدغہ و وسواس سو رہے۔

دزو سراپا استعداد نے حدادتِ عظمیٰ و جسارت کبریٰ بکار لے جا کر بکلید دانش قفل سربستہ کسوت خانے کا مفتوح کیا اور ملبوس خاص سلطان معدلت اختصاص کا زیب وجود ہنر آمود اپنے کا کرکے بیچ قصرِ وختر نیک اختر خسرو دادگر کے گیا۔

دیکھا کہ وہ گوہر یکتائے درجِ شہریاری و اخترِ رضیائے برج (۲۴ الف) کام گاری، تازہ بہار گلستان رعنائی، محبوبۂ حجلہ نشین زیبائی، بہ تسدید باطن صدق مواطن عالم تفرید میں مقتضائے آیہ کریمہ "ماخلقت الجن و الانس الا لیعبدون" بتلاوتِ کلامِ مجید اشتغال رکھے اور صفائے نیت و وثوقِ ہمت سے مستفید فواید ثواب با صواب کی ہوتی ہے۔

جب کہ یہ حیلہ گر بفاصلہ دو تین قدم کے پہنچا تاریکی پشت چراغ میں خاموش کھڑا ہوا۔ وہ عفیفہ پاک طینت و حجلہ نشین اہمت دزد کو بسبب التباس لباس بادشاہ نصفت اساس کے والد ماجد اپنا سمجھ کر بائین عبودیت کیشان عقیدت گزیں مراسم تسلیم و تکریم کے بجالائی اور کمال استعجاب و استغراب سے عرس زبان کو حلی بند زیور بیان کا کیا کہ "حضرت قبلۂ حقیقی و کعبۂ تحقیقی، خیرباشد (۲۴ ب) کہ حضور اقدس و اعلیٰ نے خلاف عادت غیروقت مانند سلیمان کے کلبہ احزان اس مورچۂ ناتوان میں قدم رنجہ فرمایا اور تارک افتقار ذرّۂ بے مقدار کا بذروہ فلک افتخار پہنچایا۔ اگر کچھ تصدیع اظہار حقائق کا عاید طبع اشرف و ہمایوں کی نہ ہو باعث تشریف آوری و موجب بندہ نوازی کا بادل شاد ارشاد ہو کہ بموجب امر جہاں مطاع واجب الاتباع کے یہ عاجزۂ بے سروپا عمل میں لاوے اور ذریعہ تفاخر و مباہات دنیا و عقبیٰ کا جانے (مؤلفہ):

جو فرمایئے سو بجا لاؤں میں تمتع سعادات سے پاؤں میں
کروں وہ جو ارشاد کیجے مجھے نہ اغماض اپنی جاں سے ... مجھے"

سارق حیل مشارق نے ساتھ اس زبان سحر البیان کے کہ الحان بادشاہ و آواز اس کی میں مستمع کو اصلا تباین و منافقت (۲۵ الف) متمیز و دریافت نہ ہو لب پیاسخ کھولا کہ "اے فروغ بخش دیدۂ دولت و اے قرۃ العین سعادت" اس وقت باقتضائے تصاریف روزگار ناہنجار کے ئی الیس ابدولت و دستور پُر نخوت کے تذکرہ زیورات نادرہ و مناظرہ حلل گراں مایہ کا درمیاں تھا۔ وزیر نے بکمال خودنمائی و غرور عرض کیا کہ حضرت قدر قدرت' جس قدر زیور مرصع و جواہر نگار کہ منعم بے ہمال و قادر ذوالجلال نے خواتین اس عاصی شکستہ بال کو کرامت فرمایا ہے اغلب کہ چشم فلک نے عالم رویا میں بھی مشاہدہ نہ کیا ہو اور سامع زمانہ نے بگوش ہوش نہ سنا ہو۔ چوں کہ یہ سخن دل شکن اس متکبر(۵۸) متبختر کا نزدیک سب اہل تحقیق و ارباب توفیق کے محض بیہودہ و لغو تھا اور اصلا رنگ اعتبار و پیرایہ صدق کا نہ رکھتا تھا ہم نے بجواب فرمایا (۲۵ ب) کہ اے گستاخ نادان! اس قدر لاف زنی و ہرزہ درائی سے کیا حصول اور کلمات باطلہ سے کیا سود؟ خود قیاس کر کہ جو زیور گراں بہا ہماری محترمان حریم حرمت و دختر نیک طینت کے پاس ہے تیرے گھر کس طرح سے ہو کیوں کہ تو آخر نواختہ و سرفراز(۵۹) ساختہ اس بارگاہ عالی جاہ کا ہے اور آستانہ بوس اس درگاہ ملایک آرام گاہ کا۔ قطرۂ شبنم کو ساتھ موارید آب دار کے کیا نسبت اور کرم شب تاب کو با فروغ مہرانور چہ مشابہت!

"جب وزیر رعونت تخمیر نے یہ کلام حقارت انضمام گوش کیا چیں بہ جبیں ہو کر بے باک بعنایت انہماک بولا کہ حضرت عالم پناہ' فلک خرگاہ' میری عرض بے غرض میں کچھ تخالف و تجاوز نہ سمجھئے۔ ہاتھ کے کنگن کو آرسی کچھ (۲۶ الف) درکار نہیں ہے۔ ابھی بلا تمادن و تاخیر زیور مقصورات خاص و مستورات اس عبودیت اساس کا منگوا کر مقابلہ و مشاقہ فرمایئے اور دو لاکھ اشرفی کی شرط بے وسواس لگائی۔ جس کا زیور کہ

خوش نما گراں بہا نہ ہو زر مشروطہ حوالے دوسرے کے کرے اور کچھ حیلہ و تکرار میان نہ لاوے۔

"ازبس کہ انحراف کرنا ایجاب شرط سے موجب تفضح و ندامت و باعث خذلان و خفت کا تھا اور دلیل قاطع و حجتِ ساطع اوپر بخل و خساست کے رکھتا تھا لاجرم ملبدولت مصلحت عودت نے بھی التماس اس کے کو بہ اجابت مقرون کیا اور اس شرط کو بکشادہ پیشانی مقبول۔ چناں چہ اس وقت وہ تکبر نہاد تمام زیور خانے اپنے کا حاضر لایا ہے اور خواہاں مدارج تصدیق و تکذیب شرط کا ہے۔ چوں کہ دریافت حال صداقت (۳۶ ب) وابطال مقال تجتر اشتمال اس کے کا بے اوضع مماثلت و امرح مشاکلت زیور عفت گزینان سرادقات عظمت و جلال و خاتونان عصمت مآل کے کمال محال و سراسر اشکال ہے اور انکشاف و انحلال اس عقدۂ مشکل کا بے مقابلہ و مشابہت کے ممکن و متصور نہیں لابد لے جانا زیور جمیع مخدرات سراپردہ عز و اقبال کا از جملہ واجبات ہوا اور یہی باعث رونق افروزی کاشانہ تمہارے کا۔ تجھ نور حدقۂ بصارت و مردمک دیدۂ ابہت کو لائق و زیبا ہے کہ جس قدر حلل(۱۰) نادر(۱۱) کار و زیور اعجوبہ روزگار تمہارے اور بیگمات کے پاس ہو درو بست بے کیف و کم لاؤ اور کسی نوع کے تفکر و تشتت کو خاطر میں راہ نہ دو۔ ایک لمحے میں زیور وزیر سے مقابلہ (۳۷ الف) کرکے واپس کریں گے اور زر شرط کا بھی تمہارے تئیں بخشیں گے۔"

وہ سادہ دل بنظر امتثال امر و طمع زر کے بے درنگ اٹھی اور محل خاص میں جا کر تمام وقائع ماضیہ کو گوش گزار خواتین عصمت شعار کے کیا۔ مجرد اصغائے اس کلمہ بشاشت انتما کے ہر ایک محجوبہ نقاب حشمت نے اپنا اپنا گہنا بخوشی و خاطر نکال کر حوالے اس رشک بدر الدجیٰ کے کیا اور وہ مکتوم کتم عصمت اس گراں مایہ کو لے کر اپنے محل

میں آئی اور ہمگی زیور مع زیور اپنے کے روبروئے شب رو شہ نما کے رکھا۔

وزد طالب مزد بوسیلہ اس حیلۂ جمیلہ کے جملہ زیور گراں بہا کہ جس کی آب و تاب سے آفتاب عالم تاب اکتساب انوار واستیعاب تجلیات کا آرزو کرتا تھا کف مقصود میں لے کر شتاب روانہ ہوا اور داخل شبستان خلیفۃ الرحمانی (۲۷ ب) کعبۂ آمال و امانی کے ہوا۔ دیکھا کہ خدیو کام گار خورشید اشتہار بدستور خواب راحت میں غافل ہیں اور سرمایہ بیداری و ہوشیاری سے محض عاطل۔ یہ حریف ظریف ظہور اس امر شریف کو فوز عظیم جان کر پھر اپنے عہدے پر قائم ہوا اور پائے مبارک دابنے لگا۔

بعد ساعت کے کہ بادشاہ موفق و سایۂ رحمت حق نے بیدار ہو کر حالت مخموری بادۂ نوم میں حکم افسانہ طرازی کا دیا' سارق سخن ساز کلہ دراز نے تمام افسانہ نکلنے وزد کا مع ٹھگ و چڑھنے اس کے کا محل بادشاہ پر بدستیاری میخ اور ہنگام آواز جرس اور مارنے وزیر بے تقصیر اور لانے زیور مینۂ سلطان عرش سریر و خاتونان مریم نظیر کا بہ بہانے شرط کے مفصل عرض کیا اور سرمو گذارش حالات میں بطلان و کذب کو (۲۸ الف) دخل نہ دیا۔

اب برخی از حال ٹھگ سنا چاہیے کہ جس وقت وزد ہوشیار رویداد اپنی بادشاہ سے اظہار کرتا تھا خوف و ہراس سے مرغ روح ٹھگ کا قفس اعتدال سے آمادۂ پرواز تھا۔ کبھو عالم یاس میں ہاتھ زندگی سے اٹھاتا تھا اور کبھی بخوف و سہم ناک ہو کر اپنے دل میں کہتا تھا کہ "یہ احمق تمام قصہ اپنا شاہنشاہ زمان کو سناتا ہے اور کچھ اندیشہ مرگ کا دل میں نہیں لاتا۔ اگر خدانخواستہ سلطان جلادت شعار اس ماجرا پر آگاہ و خبردار ہو اور یہ راز سربستہ منکشف و افشا ہو جاوے تو بلا تصنع و بے شائبہ ریب دار روزگار ہم دونو اشرار فجار سے نکالے اور منصور کے مانند اوپر دار مردم آزار کے چڑھاوے۔"

المعلب ٹھگ منحوس یہ باتیں قیاس (۲۸ ب) کرکے حیات و زندگانی سے مایوس تھا اور نہ پائے رفتن و نہ روئے ماندن کی حالت میں گرفتار ہو کر کہتا تھا (لااعلم):

دستے نہ کی بقضا در آویزم من
پائے نہ کہ از میان بگریزم من

قضارا اس وقت پر چشم بادشاہ کی بانوم ہم چشم ہوئی۔ دزد دانا نے قریب ٹھگ متحیر گرفتار خوف و خطر کے آکر کہا کہ "اے بدبخت واژگوں طالع، تو ہرگز تشویش و تردد کو اپنے دل توزع منزل میں جانہ دے کر صابر و شکیبا ہو اور لب کو خاموشی سے دم ساز کرکے فہم رسا اور فن ذکا میرے کو معائنہ کر کہ کیسے فریب ہائے سترگ و تدابیر بزرگ سے نقود عدیم الوجود لیتا ہوں اور تیرے تئیں اس حیرت کدۂ پر غمہ[۱۳] (کذا) سے صحیح و سالم نکالوں۔"

یہ کہہ کر اول کسوت خانے میں (۲۹ الف) گیا اور تھان ہائے دیبا و حریر و خلعت ہائے بے نظیر لاکر اوپر نعش وزیر کے چنے اور اس قدر انبار پارچہا کا زیر پلنگ کر دیا کہ ایک فرش ہموار برابر ہو گیا اور میان نواڑ پلنگ رشک اورنگ و پارچہائے رنگارنگ کے سرمو تجاوز نہ رہا۔ اس وقت بمقتضائے ہزل و تمسخر کے نواڑ پلنگ کے چار طرف سے بہ شمشیر تیز کاٹ کے چوکھٹا چھپر کھٹ کا آہستہ ایک گوشہ مکان میں رکھ دیا اور بادشاہ عالی جاہ انبار پارچہا پر عالم غفلت و بے خبری میں سوتے رہے۔

بعد انفراغ اس کار دشوار کے بیت المال میں گزر کیا اور قفل کاٹ کر اندر در آمد ہوا۔ دیکھا کہ بسیاری صندوق پر از لعل بدخشاں و عقیق یمان و گوہرہائے بہا و جواہرات زیبا موجود ہیں اور ہزارہا توڑے دینار و آنچہ کے مانند سنگ ریزوں کے (۲۹ ب) از بس کثرت سے بے قدر پڑے ہیں۔ فی الحال دو صندوقچے مملوئے لعل و جواہر

کہ جس میں ہر ایک لعل برابر ثمن صد معدن بدخشاں کے اور ہر ایک جواہر زیادہ خراج ہفت اقلیم سے تھا اٹھا کر اپنے قبضے میں کرے اور بدستور خدمت ماموره پر سرگرم ہوا۔

اس ضمن میں بادشاہ نے بیدار ہو کر فرمایا کہ "اے وزیر دانشور! پھر کیا ہوا اور وہ سارق مجمع ہنر کیا ظہور میں لایا؟" وزو دانش پژوہ نے بعرض مقتبسان انوار قرب بساط جہاں بانی کے پہنچایا کہ "قبلۂ عالم مریخ چشم؛ جس گھڑی کہ وہ بادشاہ جم جاہ پھر سو گیا وزو نے زیر پلنگ کے انبار پارچہائے سلطان کا برابر نواڑ کے کرکے بعد کاٹنے(۶۳) نواڑ کے چوکھٹا چھپر کھٹ کا علیحدہ رکھ دیا اور بیت المال سے دو صندوقچے لعل و جواہر کے سرقہ کرکے بعد اظہار حکایت اپنی (۴۰ الف) کے مال مسروقہ لے گیا۔ اے خداوند(۶۴) معدلت گستر؛ خدائے کریم غفور الرحیم نے گروہ قدسی شکوہ خواقین والا تمکین کو اشرف المخلوقات و ارفع الدرجات پیدا کیا ہے اور کرم عمیم و عنایت عظیم سے پیشہ رفاہ و حراست عوام الناس کا کہ ودائع بدیع(۶۵) خالق القلوب و خداوند کائنات کے ہیں مرحمت فرمایا۔ اگر کوئی وزو مردم آزار باوصف اس عظم شوکت و شان کے جناب سلاطین میں بگستاخی و بے ادبی پیش آوے اور رعایا و برایا کو بہ ظلم و اعتساف اپنے کے ستاوے میرے قیاس ناقص اساس میں گرفتاری اس کی ذمت ہمت خسروان ملدار پر از جملہ واجبات ہے اور قوانین عدل و انصاف سے وہ گستاخ لائق عقوبت و تصدیعات۔ بقول (۴۰ ب) اس کے (شعر(۶۶)):

ہر کہ سر حلقۂ ارباب تمرّد باشد
تیغ نہ بر سرِ او عفوِ تو درکارش نیست

بر تقدیر جو مر انقلاب روزگار اور عدمِ تندہی متلاشیانِ تکاہل شعار سے پابند و

گرفتار نہ ہو تو موجب برہمی انتساق و انتظام و طعنہ زن جمہور انام کا ہے۔"

خسرو شیریں کلام نے یہ سخن مسموع کرکے بزبان فصاحت ترجمان فرمایا کہ "اے دستور ذی شعور، اگرچہ انہدام بنیان بیداد گراں و انقطاع سلسلۂ حیات ظالماں کرنا لازمۂ عدل و داد و شیوہ خواقین والا نماد کا ہے لیکن وجود شخص ہنرور و مرد دانشور کا نزدیک ہوش مندان اہل اعتبار و عقلائے حکمت آثار کے نہایت غنیمت ہے۔ ہماری رائے صائب و ذہن ثاقب میں تصدیع و تعزیر ایسے دزد خرد تخمیر کی روا نہیں۔ اگر بحسب عطیۂ ازلی و سجیۂ لم یزلی (۳۱ الف) ہمارے عہد میں کوئی ایسا بلند فطرت و عالی ہمت مفطور ہو اور جوہر قابلیت و مردانگی و خصائل جلادت و فرزانگی میں منشور، بجنہ اکہ اس کے تئیں مناصب بلند و مدارج ارجمند بخشوں اور جمیع ارکان خلافت و اعوان سلطنت میں محترم و مفتخر کروں۔"

سلطان والا دودمان نے یہاں تک شاہد مقال کو زینت تبئین کی بخشی تھی کہ مشیت الٰہی و ارادت نا متناہی سے نقاب خواب کا اوپر رخ شاہ گردوں رکاب کے افگندہ ہوا اور افسوں غفلت و بے ہوشی نوم کا اوپر طبع اشرف و ہمایوں کے اثر کرگیا۔

اس وقت دزد کامل خرد نقش تمنائے اپنی کا اوپر صفحۂ مراد کے مرتسم و منقش پاکر شتاب اٹھا اور ٹھگ کو مع زر و دو صندوقچہ پُر از لعل و جواہر (۳۱ ب) لے کر اس منفذ سے کہ محل میں آیا تھا مانند موکلان علوی کے کاخ خسروی سے فرود ہوا اور نگاہ کشک داران بے خبر و پاسبانان غافل سے بہ ہوشیاری و خبرداری گزر کر اموال مسروقہ کو کہ منتخب خزائن بادشاہ کا تھا بہ خدمت عالی درجت معشوقۂ سیم بر کے لے گیا۔

اس معدن حسن و مخزن ناز نے کہ نگاہ اوپر اس بضاعت غفیر و نقود خطیر کے کری نہایت تعجب سے مانند نرگس کے حیران و متحیر ہو گئی اور بجز نغمہ واہ واہ و تحسین و

مرجا کے کچھ زبان سے بر آمد نہ ہوا۔ کہنے لگی کہ "اے فص خاتم نامداری و اے سلالہ سلسلۂ مجاہدت و کام گاری، حکیم علی الاطلاق و قادر خلاق نے بزیر طاق اس نیلی رواق کے پیکر خوش منظر تیرا جمیع اجرام و اجسام بنی آدم میں علوم غریبہ و (۳۲ الف) فنون شریفہ سے ایسا مربوط و منوط پیدا کیا ہے کہ کوئی دانایان سلف و تیز ہوشان زمان پاستان سے فطانت و رزانت اور جسارت و متانت میں مستحکم و مضبوط نہیں ہوا اور اغلب ہے کہ آیندہ بھی ایسا جامع فضائل و مجمع ہنر پیچ نطع آفاق و سطح گیتی کے مبسوط نہ ہو۔ بے شائبۂ تکلف جو ہمت و دلاوری کہ آج کے روز عنصر لطیف و طبع شریف تیری سے منصۂ ظہور و عرصۂ بروز میں پہنچی ہے کسو سے عالم وجود و صورت وقوع میں آنی ممکن و متصور نہیں۔ سچ ہے (بیت):

مرد مردانہ کہ چنیں باشد

لائق مدح و آفریں باشد"

بعدہ خطاب سراپا عتاب طرف ٹھگ ممتحن جتلائے انواع محن کے کرکے کہا کہ "اے دون ہمت، پست فطرت، یہ مال کہ تو لایا ہے (۳۲ ب) برابر پاسنگ ادنیٰ جواہر آوردہ اس اہل ہنر کے نہیں اور یہ دینار تیرے پیش اس بضاعت بیش بہا کے مانند سفال و سنگ ریزہ کے محض بے قدر ہیں۔ تو آپ معاضدت رائے نصفت پیرائے اپنی سے منصفی کر کہ میں عاجزہ سزاوار ہم بستری تجھ خفتہ طالع دل دو لخت کی ہوں یا لائق کنیزی اس خردمند بیدار بخت کی؟"

ٹھگ نے کہ عیار دانش و فرہنگ اس یگانہ زمانہ کا اوپر محک امتحان کے آزمایا تھا اور جوہر فنون اس ذوفنون کا بعین الیقین مشاہدہ کیا بزبان صداقت بیان گزارش کیا کہ "حقیقت کلی و روئیداد شافی اس طرح ہے کہ جس جگہ لعل بدخشانی و درثمانی رشک

افزائے انوار مہر کے ہوں اس جگہ ذرّہ بے مقدار کی کیا قدر ہے اور جن جواہرات کے (۳۳ الف) روبرو کہ خزانہ ربع مسکون کا ہیچ ہو میرے مشت زر کو کیا وقر! بقول آں کہ' خرمہرۂ بازاری را با لآلی شاہوار چہ مماثلت و شب تیرہ تار(۱۷) را با طلیعہ نہار چہ مشاکلت۔ یہ عزیز اپنے فن کا یکتا استاد ہے اور خرد و تمیز میں ارسطو نژاد۔ مجھ پشۂ نحیف کو کیا طاقت کہ روبروئے اس شیرقوی بازو کے پر پرواز کھول سکوں اور مجھ صعوۂ ضعیف کو کیا دستگاہ کہ دم برابری کا ساتھ ہمائے سعادت کے ماروں۔ مگر افسوس یہ ہے کہ میں نے ناحق حلقۂ محبت تجھ بے مہر و دغاباز کا ہیچ گلے کے ڈالا اور دام الفت ایسے سنگ دل و کج باز میں مفت اسیر ہوا (جرأت):

پہلے ایسا جو تجھ کو پاتا ظالم
کاہے کو میں تجھ سے جی لگاتا ظالم

گر وضع یہ تیری مجھ کو ہوتی معلوم
کیوں صدمۂ عشق میں اٹھاتا ظالم

بخدا کہ سینۂ پرکینہ تجھ بے مروت سیہ درون (۳۳ ب) میں کہیں نشان وفا کا نہیں اور دبیر تقدیر نے بروز ازل ہرگز حرف مروت و صفا کا اوپر لوحۂ دل تیری کے مرتسم و مرقوم نہیں کیا (شعر):

بے وفائی سے تری یار جو واقف ہوتے
مزرع دل میں نہ ہم تخم محبت بوتے

اب یہ کلام ہمارا محض بے فائدہ ہے اور ہرزہ درائی اس امر میں صرف بے قاعدہ' کس واسطے (مصرع): ہوتا ہے وہی جو کچھ خدا چاہتا ہے۔ اس وقت ہم نے مشیت رزاق علی الاطلاق کے مشاق و اقلاق ہجر و فراق کے تئیں بسان عشاق کے

طبیعت اپنی پر گوارا و الحاق کر کے تیرے تئیں احتق کیا اور مواعید صادق و میثاق واثق سے ترک وفاق و اعتلاق کا کر کے آنا اس عالی رواق کا اور استر داک مذاق طاق کا اوپر اپنے حرام و شاق کر دیا۔ تجھ کو اختیار ہے' خواہ بالفاق اس (۳۴ الف) ماہر و مشاق علم سرقت کے کہ فن اپنے میں طاق و ہنروزوی میں یگانہ آفاق ہے اور استحقاق ہم بستری کا تیرے ساتھ رکھے شراب وصال کی بجام اشتیاق نوش کر' خواہ ساتھ کسی اور قرمساق کے داد کامرانی کی دے' ہمارے تئیں کچھ غرض و سروکار نہیں اور نہ کسی طور کی مزاحمت(۶۸) و تکرار ہے۔" یہ کہہ کر بادلِ بریاں و دیدہ گریاں اٹھا اور یہ رباعی ورد زبان کر کے روانہ خانے اپنے کا ہُوا (جرأت):

ہم سے تو بتوں کی کج ادائی نہ گئی
تُو ہر کی ان میں کچھ بھی پائی نہ گئی

سَو ٹکڑے کیا شیشۂ دل کو لیکن
ان سنگ دلوں سے بے وفائی نہ گئی"

جب وہ رقیب طرار و حریف ستم گار بادل سوگوار و خاطر فگار درمیان سے گیا دزد ہوشیار مجاہدت شعار ایمن و بے خطر ہو کر علی الرغم روزگار ساتھ اس مہرودار پری رخسار (۳۴ ب) کے بوس و کنار رہتا اور حلاوت مباشرت و معاشرت کی بے اندیشۂ اغیار حاصل کرتا۔ کبھی سجدات شکر خدائے ستار و غفار کے بجالاتا(۶۹) اور کبھی دست دعا و کف اجابت اقتضا اٹھا کر یہ شعر پڑھتا (شعر):

"گر دعائے دردمنداں مستجاب است اے حبیب
از تو ما ہرگز نمی خواہیم جز مرگ رقیب"

اور بمقتضائے مصلحت وقت کے معرفت ایک امیر صاحب توقیر کے رابطہ باریابی دربار

شیفتی کا پیدا کر کے ہر روز بلاناغہ دربار میں حاضر ہوتا اور فرامین و احکام سلطانی سے سربسر خبر رکھتا۔

حکم دادنِ بادشاہ جہتِ گرفتاریِ دزد بہ کوتوالِ شجاعت مآب و مسلسل کردنِ دزد اورا بحالتِ نشۂ شراب

جس وقت شاہِ زرّیں کلاہِ خورشید نے شبستانِ ظلمت سے بیچ عرصۂ (۳۵ الف) روزگار کے برآمد ہو کر رازِ سربستہ ضمیر اپنے کا افشا کیا اور شعاعِ چہرۂ نورانی سے نقاب تیرگیِ شب کے تئیں رخِ آفاق سے اٹھایا بادشاہ دل آگاہ نے مخموری نشاطِ خواب میں ایک طرف سے دوسری جانب کو کروٹ لی اور بسبب نہ ہونے چوکھٹا چھپر کھٹ کے انبار پارچا سے اوپر زمین کے گرا' فی الفور مثل عبرمست کے چشم وا کر کے ملاحظہ کیا کہ چوکھٹا پلنگ خوش رنگ کا علیحدہ رکھا ہے اور آپ بہ نفس نفیس و عنصر لطیف مانند ستارے کے کہ آسمان سے اوپر زمین کے پڑے انبار دیبا و قاقم سے گر کے فرش پر لوٹتے ہیں۔

اس وقت کہانی باعتی رات نمونۂ حشرات کی موبمو یاد آئی اور وزیر مقتول کو انبار پارچا سے نکال کر نہایت مجخل و شرمسار ہوا اور کہا کہ "سبحان اللہ ! یہ دزد (۳۵ ب) دلاور کیا دانش مند تھا کہ تمام داستان اپنی کہہ کر مال بے کراں لے گیا اور داغ ندامت و خجالت کا اوپر دل صفا منزل کے دے گیا۔ جو اس امر شگرف کو چھپاتا ہوں تو تحمّل عظیم قوانین جہاں بانی میں راہ پاتا ہے اور اگر اس راز کو شائع و برملا کروں تو مطعونی زبان خلائق سے موجب شرمندگی و رسوائی کا ہو۔ بقول آں کہ (مثل) کے

نقصان ملیہ و دیگرے شاتت ہم سایہ۔ جب دو تین ساعت بیچ اسی حالت گویم مشکل و گر نگویم مشکل' کے گزریں' رائے صواب انتمائے اوپر اس امر کے قیام و اقدام(۴۰) کیا کہ بتوجہ ہمت بلند و تنزیہ نیت ارجمند کے دزد خرد پیوند کو گرفتار و پابند کیجئے اور نتائج اعمال و تلافی افعال اس کی کا مواقق تقاضائے وقت کے دیجئے۔

لاجرم دیوان عام میں تشریف لا کر سریر عرش (۳۶ الف) نظیر پر جلوس فرمایا اور جمیع ارکان خلافت و اعیان دولت حسب عادت معہود کے دربار مظہر الانوار میں حاضر ہوئے۔ حکم قضا توام نسبت کوتوال غفلت اشتمال کی از غایت معاتبت صادر ہوا کہ "اے نمک حرام' کاہل وجود! تو عجب طرح کی حفاظت و حراست کرتا ہے کہ اصلا حال شہر و وقوع واردات سے خبر نہیں رکھتا۔ آگاہ ہو کہ رات کو خزانہ عامرہ و محل فاخرہ میں چوری ہوئی اور مال و زیور لاعدد حصر ضائع و برباد گیا۔ ہرچند تو نالائق در خلائق لائق اس کے ہے کہ اسی وقت خون تجھ نابکار سیہ رو کے سے دار کو سرخ رو کروں اور تعزیر قصاص کی حق تیرے میں روا رکھوں لیکن بنظر ترحم خسروانہ و تفضل شاہانہ مہلت ایک ہفتے کی دیتا ہوں۔ اگر اس عرصے میں اس چور حرام خور کا ماخوذ و دست گیر کیا تو بہتر والّا بے شائبۂ شبہات (۳۶ ب) وریب و بے آمیزش منقصت وعیب تیرے تئیں بدار ممتاز کروں اور کسی وجہ سے قتل تیرا بیچ معرض توقف و تساہل کے نہ چھوڑوں گا۔"

جب کوتوال خستہ حال نے یہ کلام عتاب التیام بادشاہ ملائک انتباہ کا گوش باہوش کیا آئینہ کردار نقش بدیوار ہو گیا اور مثل پیکر تصویر کے بے حس و حرکت رہ گیا۔ آخرش حواس خمسہ اپنے درست کر کے بہ استیلام عتبۂ فلک رتبہ کے مستعد ہوا اور واسطے تفحص و تلاش دزد کے کمر ہمت کی باندھی۔ فی الفور جواسیس نمونۂ ابلیس کو واسطے دریافت خبر اس فتنہ گر خسیس کی باطراف شہر بھیجا اور گروہ یلان رستم تواں کو

بنابر گرفتاری اس کی کے ماذون و مامور کیا۔ شب و روز بذات خود ہر کوچہ و برزن میں آوارہ و پرحزن پھرتا تھا اور جمیع توابع و لواحق کو بنا بر تکمیل اس (۳۷ الف) مہم مشکل کے پھراتا۔

چناں چہ بہ تردوات شایان و تفتیشات نمایاں ان متلاشیان جاں فشاں کی سے عرصہ شش روز میں بسیاری اشخاص بدمعاش گرفتار آئے اور گناہ ناکردہ دام بلا میں اسیرو دست گیر ہوئے لیکن اصل مجرم سے کہیں نشان و سراغ نہ ملا اور صورت مراد کی آئنہ ظہور میں رونما نہ ہوئی۔

لاچار وہ عسس منحوس و دل افگار بسبب عدم انجام کار کے زندگی سے مایوس و اجل سے مانوس ہوا اور روز ہفتم خاطر تعلقات تلاش و تفتیش سے اٹھا کر ایک مکان پاکیزہ و نفیس میں بدیں نیت صفا طویت قرآن شریف پڑھنے لگا کہ اگر بہ برکت پڑھنے کلام مجید کے وزد پلید گرفتار آیا تو جان سے بچوں گا اور در صورت عدم گرفتاری کی بہ یمن تلاوت عذاب ہائے جاں گزائے دوزخ سے در امان رہوں گا۔ ازبس کہ یہ بات (۳۷ ب) صداقت آیات اظہر من الشمس و ابین من الامس ہے کہ جس عاجز و بے چارہ و غریب و آوارہ نے بہ تصفیۂ باطن صدق مواطن بیچ ظل کرامت حضرت صمدیت کے پناہ پکڑی اور کلام تقدس انضمام قاضی الحاجات والمرام کو شفیع حال مستمام اپنے کا کیا بے غائلۂ شک و اشتباہ اس بندۂ اللہ نے مصائب جاں کاہ سے رفاہ پائی اور شداید و آلام ہلاکت سے امنیت و رہائی۔ چناں چہ اس مقام پر بہ برکت تلاوت قرآن کی کوتوال ناتوان جان سے در امان رہا اور مصائب خوں ریزی و دار کشی سے برکراں۔

تفصیل اس اجمال و تصدیق اس مقال کی یہ ہے کہ جو وزد شجاع بباعث حاضر باشی دربار معلا کے حکم بادشاہ خلائق پناہ کے سے کہ بنسبت کوتوال شکستہ بال کے صادر

(۳۸ الف) ہوا تھا' کما ینبغی واقفیت رکھتا تھا' مشیت الہی و خواہش بلتفاتی سے شب ہفتم اپنے دل میں سوچا کہ عسس بے گناہ بدولت مجھ روسیاہ کے ناحق و ناروا مارا جائے گا اور خون اس مظلوم محزون کا وبال گردن میری کا ہوگا۔ مقتضائے علوہمتی و فراخ حوصلگی کا یہ ہے کہ بہ ترکیبے از تراکیب و تدبیرے از تدابیر اس(۷۱) گوشہ نشین کوئے ناکامی سے ملاقات کیجئے اور فنون غریبہ اپنے طبع اس کی پر عیاں کرکے جان سے بچایئے۔

چناں چہ بدیں ارادۂ بلند و مقصد ارجمند لباس دل پسند نسواں کا اوپر قامت راست اپنی کے راست کیا اور زیورات مرصع و نادرات سے گوش و گردن و دست و پا کو آرائش دی۔ ازبس کہ مرد امرد نہایت حسین تھا حلل(۷۲) گراں مایہ و تشریفات فاخرہ زنانہ سے حسن اس کا المضاعف (۳۸ ب) ہوا۔ جس کسو نے کہ ایک جھلکا(۷۳) بوارق جمال اس بدر تمثال کا مشاہدہ کیا طرفۃ العین میں شیشۂ صبر کو سنگ بے قراری پر توڑ کر بے محابا کہا (شعر):

مکھڑا مہر چارہ سا دکھلا
کام اس نے کیا تمام میرا

اور جس شخص نے کہ ایک لمحہ جلوہ تجلیات لقائے اس مہر سیمائے کا معائنہ کیا بے ساختہ زبان اس کی سے یہ شعر برآمد ہوا (شعر):

اے متاعِ دل و دینم نکہتِ یغما کرد
نسخۂ عشق تو بر لوحِ جبیں انشا کرد

کوئی نظارگیوں سے اس ماہ مصری کو پری ازعیب بری جان کر کہتا تھا کہ اس گھڑی پرستان دلستان سے واسطے تسخیر دل مردم کے تختہ زمین پر اتری ہے اور کوئی اس یگانۂ آفاق قاتل عشاق کو حور بہشتی تصور کرکے سخن سرا تھا کہ اسی دم گلستان جنت

سے بہ آہنگ (۳۹ الف) قتل بے دلوں کے وارد اس جہان کی ہوئی۔

غرضے کہ ساتھ اس آب و تاب کے آپ کو ہند زن قرار دے کر اور ایک طشتِ طلا میں چند اشرفی و طشت دویم میں چوکھا روشن چراغ لے کر وقت نصف شب چست و چالاک، بے اندیشہ و باک، طرف مکان شحنۂ اندوہ ناک کے چلا اور اداہائے معشوقانہ و غمزہ ہائے جادوانہ سے دل معبروں کا پائے مال کرنے لگا۔ آرے (شعر):

نقاب الٹ کے جو شب کو وہ مہ لقا نکلا
تو چاند شرم سے بادل میں منہ چھپا نکلا

اُس وقت کہ وہ دزد ہنرور کفِ دست پر چراغ در طشت لے کر بے خوف و خطر جاتا تھا، یہ مصرع حافظ شیرازی کا فی البدیہہ شان اس کی میں مربوط و زیبا ہوتا تھا (مصرع):

چہ دلاور است دزدے (۳۹ ب) کہ بکف چراغ دارد

جب وہ یکتا تکین(۷۴) خاتم حیلہ گری مانند میرزا بے پروا و معشوق دل ربا کے تپاک تمام(۷۵) بالا کلام سے زیر بالاخانہ کوتوال سینہ چاک کے کہ(۷۶) آئینہ بندی و مرصع کاری اس کی سے منزل قمر کو عاری آتی تھی وارد ہوا، آواز جھانجھن و پازیب اس سراپا زیب کی گوش عسس ناشکیب میں پہنچی اور برہم زن خانماں اس اسیر زنجیر بلا کی ہوئی، وہ دل باختہ بلوصف خستہ حالی و شکستہ بالی کے سنتے صدائے پائے عورت رشک بہار کی سے پیچ ایسی شب تار و دل آزاد کے متحیر و حیران ہوا اور حلقہ تحیر کا پیچ گوش دل کے ڈال کر بے اختیار یہ شعر پڑھنے لگا (شعر):

کون آتا ہے یہ کس کے پانْو کی آواز ہے
ہر صدائے پا میں جس کی سَو طرح کا ناز ہے

ہرچند وہ دل پژمردہ خاطر (۴۰ الف) افسردہ امید زندگانی کی منقطع کرکے

بہ تلاوتِ قرآن و عبادت آفرینندۂ جہان کی اشتغال رکھتا تھا لیکن غلیان شہوت انسانی و تحریص عادت شیطانی سے طبیعت اس کی طرف دیدہ بازی و عشرت پردازی کے مائل و متوجہ ہوئی اور یک بارگی بشوق دیدار سر غرفے سے نکال کر دیکھا کہ ایک نازنین زہرہ جبین رشک شمشاد حور نژاد کہ جس کے فروغ جمال کے روبرو خورشید خاوری ذرہ بے مقدار ہے اور ماہ منور ہیچ آرزوئے کیفیت دیدار اس آتشیں رخسار کے مے خانۂ افلاک میں سرمست و بے قرار' ایک ہاتھ میں تھال چوکھ چراغ کا اور ہاتھ دوسرے میں ایک طشت مرصع خوان پوش زربفت سے ڈھکا ہوا' لے کرمثل طاؤس طناز کے کہ صحن گلزار میں خراماں ہو بکمال عشوہ و ناز جاتی (۴۰ ب) ہے اور ہر ہر قدم پر خنجر نگاہوں سے خون صدہا عشاق کا خاک میں ملاتی ہے (ابیات):

گردشِ چشمش چو دورِ روزگار   صد ہزاراں فتنہ اش اندر کنار
غمزہ اش در سینہ ناوک می زند   خندہ اش بر بوسہ چشمک ی زند

مجرد نظارۂ چال اس کبک خصال اور مشاہدۂ جمال اس زلیخا تمثال کے عسسِ عشق اساس نے نقد حواس کا کھیل ڈالا اور دل و جان سے شیفتہ روئے اس دلستان عنبریں گیسو کا ہوا۔ طرفتہ العین میں کاسۂ دماغ کو عقل و تمیز سے خالی کیا اور عالم بے تابی میں یہ شعر پڑھنے لگا (شعر):

دل ہوا مفتوں جمالِ یار یہ کیا ہو گیا
یک بیک اے چرخِ کج رفتار یہ کیا ہو گیا
تیغِ ابرو کے مقابل ہوتے ہی زخمی ہوا
ہائے تجھ کو اے دلِ غم خوار یہ کیا ہو گیا

اسی وقت (۴۱ الف) ایک جاسوس کندۂ آبنوس کو پاس اس طاؤس رفتار کے

بھیجا اور درخواست تشریف آوری اس رشک پری مجموعۂ دلبری کی بیچ بارہ دری فردوس ہم سری اپنی کی کری۔ قاصد تیزگام باستعجال تمام خدمت اس تدرو خرام میں حاضر ہوا اور بکلام الحاح التزام کے پیغام اس مستہام کا گزارش و اعلام کیا۔

سارق مشتاق پیغام اس مشتاق کا سن کر بکمال طمطراق بولا کہ "میری طرف سے خدمت کوتوال طالب الوصال میں بعد تبلیغ سلام و نیاز ملا کلام کے التماس بے وسواس کر کہ میں عورت ملک التجار سراپا عز و وقار (۲۸) کی ہوں۔ ایک مدت سے شوہر دلبر میرا بہ سفر دور دراز روانہ ہوا تھا اور میرے تئیں آتش فراق میں مثل شمع کے بہ سوز و گداز چھوڑ گیا تھا۔ ازبس کہ جدائی اس کی میں روز و شب (۴۱ ب) بے قرار تھی اور کچھ خبر خیریت اثر اس والاگہر کی پاس اس سراسریاس کے نہ آئی تھی، حالت ناامیدی و اضطرار میں بیچ دل وحشت منزل کے نیاز دیوتا بے ہتا کی قبول بے عدول کری کہ جس وقت شوہر فرخندہ سیر میرا داخل خانۂ جنت نشانہ کے ہو اسی وقت طشت شیرینی و زر کا نذر بے عذر کروں اور عہد واثق و پیمان صادق اپنے سے ہرگز نہ پھروں۔ آج کی رات کہ مالک خانہ میرا بعد مدت ممتد و عرصۂ لاتعد کے تشریف شریف لایا اور کلبۂ احزان اس عاجزہ ناتواں کا قدوم میمنت لزوم اس کے سے رشک ارم ہوا، ایفائے میثاق و ادائے نیاز کا کرنا ذمت ہمت پر لازم پڑا اور لے جانا طشت شیرینی و زر کا واسطے نذر دیوتا یکتا کے واجب و متحتم۔

"اگر اس وقت ایک لحظہ (۴۲ الف) توقف و تساہل کرتی ہوں موجب ضرر و زیان و باعث مضرت و نقصان کا ہوتا ہے۔ پس بضرورت اس امر کی ایک دو ساعت احضار خدمت کوتوال صاحب کی سے معذور ہوں اور واسطے پرستش معبود برآرندہ مقصود اپنے کے جاتی ہوں۔ بعد انجام اس کام سعادت التیام کے بلا مکث و مساہلت

دیدہ و دل سے قدم کرکے پابوس آستانہ کوتوال خجستہ خصال کی ہوں گی اور آرزوئے دیرینہ اپنی بیچ اس رات میمنت سہات(۷۹) کے حاصل کروں گی، کس واسطے کہ پیش ازیں اس مسکین غم گین نے تعریف جمال یوسف تمثال اس مرجع امانی(۸۰) و آمال و مطرح انوار اقبال کی زبانی اشخاص راست مقال کی سنی تھی اور اشتیاق کمال معانقت و وصال کا بیچ خاطر پُراختلال کے متمکن رکھتی تھی (۴۲ ب)۔ آج کی شب کو بے رنج و تعب یاوری بختِ مددگار و معاونتِ طالعِ سازوار سے دیدار فرحت آثار اس دل دار غم گسار کا نصیب اس عاجزہ گنہ گار کے ہوا(۸۱)۔ انصاف کرکہ کس طرح نہ آتش اور آتش ہجر و مفارقت کی بزلال بوس و کنار کے کیوں کر نہ بجھاؤں۔ بقول مسکین (لمولفہ) :

بے دیدن رخش چو طپیدم در اشتیاق
اکنوں چگونہ غفلت ورزم کہ دیدنش

بعد گذارش اس ماجرا کے دو اشرفی جاسوس بے ننگ و ناموس(۸۲) کو بطریق حق السعی دین اور عفو جرائم غیرحاضری کا چاہ کر روانہ ہوا۔ قاصد رشوت گرفتہ نے اس کے پاس سے برگشتہ ہو کر بائین شائستہ و طرز بایستہ حقیقت برجستہ اس طناز سراپاناز کی بیچ خدمت کوتوال خاطر خستہ دل شکستہ کی دست بستہ بیان کری اور دستہ دستہ (۴۳ الف) تحیت و ثنا کے طرف اس گل دستہ باغ رعنائی کے سے نثار فرق مبارک اس نورستہ نہال شیدائی کے کیے۔

وہ طالب وصال کہ معاینہ جمال اس حور تمثال کے سے پریشان حال و رفتہ از خویش ہوا تھا بسبب نہ آنے اس یگانہ صنم پروردہ ناز و نعم کے سخت بے قرار و نہایت دل ریش ہوا۔ نعرہ آہ کا مار کر سوز سینہ و طپش دروںہ سے کہنے لگا (شعر) :

افسوس کہ یوں آہ کی تاثیر الٹ جائے
دروازے پہ آ کر مُجتو بے پیر الٹ جائے

کبھی ازبس اضطراب سے کاربند نالہ و فریاد کا ہوتا اور بے قراری دل سے یہ شعر افسوس کا پڑھتا (افسوس):

"خدا کے واسطے آ دشمنی سے ہاتھ اٹھا
اخیر وقت ترے دوست دار کا پہنچا"

اور کبھی جذبۂ محبت سے اشکِ لعل گوں حدقۂ چشم سے نکالتا اور یہ شعرِ درد آمیز وردِ زبان (۴۳ ب) رکھتا (شعر):

ترے بن کس طرح پیارے مری اوقات گزرے گی
ابھی سے دل کو بے تابی ہے، کیوں کر رات گزرے گی

جب ایک ساعت کہ مدت وعدہ کی تھی بدیں حال تباہ بہ نالہائے جاں کاہ گزری اور اطالتِ عطالتِ مطالب سے جان اس طالب کی تا لب پہنچی اس وقت وہ غارت گر دین و ایمان مانندِ سروِ چماں و کبکِ خراماں کے بلباس نسواں ایدھر اُدھر سیر کر کر بکمال کرّ و فر وارد ہوا اور مکان اس خاطر پریشان کے تئیں بنورِ قدوم میمنت لزوم اپنے کے روشن و منور کیا۔

مجرد تشریف آوری اس رشک پری مستعدِ دلبری کی غنچۂ طبع کوتوال محزوں کا کہ ہجومِ غموم سے منتقبض و پژمردہ تھا بہ امداد نسیم سرور کے باغ باغ کھل گیا اور نہالِ قالب اس غم زدہ کا کہ خزانِ انقلاب (۴۴ الف) دوراں سے افسردہ تھا ترشحِ تقاطرِ مراد کے سے سرسبز ہوا اور اس قدر خرسندی و بشاشت نے بیچ خاطر منکسر کے راہ پایا کہ گویا اندھے مادر زاد نے دو آنکھ بینا پائیں اور جوئے خشک میں آب رفتہ باز آیا۔ فی الفور

بہ پائے ادب اٹھ کر سروقد تعظیم دی اور مسند زریں پر جانشین و مقیم کرکے بکمال عجز کہا (لمولفہ):

کہ "اے لعبتِ چین رشکِ بہار — ترے غم میں ہے دل مرا خار خار
کیا تو نے جس دم سے گھائل مجھے — تڑپتا ہوں اک دم نہیں کل مجھے
سہے مَیں ترے ہجر میں بس الم — ولے اب یہ کہتا ہوں باچشمِ نم
کہ اک دم مرے پاس اے میری جاں — ذرا بیٹھ کر پی مۓ ارغواں
ملا منہ سے منہ لب سے لب تن سے تن — ہم آغوش ہو مجھ سے اے گل بدن

مری جاں ٹک اس بات کو[۸۳] (۴۴ ب) غور کر
نہیں گردشِ چرخ اک طور پر
خدا جانے اک دم میں یہ پُرغرور
کرے کیا عداوت سے برپا فتور"

وہ عشوہ گر کرشمہ کوش بسماعت اس حکایت کے یوں سخن پرداز ہوا[۸۴] کہ "ہرچند احرازِ سعادتِ معانقت و مواصلت تمہاری کا زبدۂ مآرب و خلاصۂ مطالب اس آرزومند کا ہے اور محروم رہنا نعمت ملامست و مجامعت سے باعث کم طالعی اس مستمند کا لیکن رائے رزیں و خرد صواب گزیں پر اظہر و آشکار ہے کہ آج کی شب شوہر نیکو منظر اس عاجزۂ مغمومہ نے بعد مدت مدید کے خانہ جنت نشانہ میں گزر کیا ہے۔ اگر اس وقت میں حاضر ہونے میں کچھ توقف کروں بے شک موجب خشم و غضب مالک خانہ کا ہوں اور اس قدر غصہ و عتاب کرے کہ اس بے وقر کو جان بر ہونا محال (۴۵ الف) و دشوار ہو اور قہر اس کے سے حلاوت زندگی کی ناگوار۔ بس بہتر یہ ہے کہ ازراہ کرم آج کی شب بسبب ضرورت کے میرے تئیں معاف و معذور رکھیے اور بکشادہ

پیشانی مرخّص و ماذون فرمایئے۔ انشا اللہ تعالیٰ کلمہ (کذا) کی رات آپ کی خدمت بابرکات میں بالراس والعین حاضر ہوں گی اور انقیاد امر کو سعادت دارین و منزلت کونین جانوں گی (امیر):

کیا کروں آہ سخت حیراں ہوں
گر نہ گھر جاؤں تو پشیماں ہوں

جب یہ راز غم انباز اس طناز سراپاناز کا کوتوال جاں باز نے سنا بکمال سوز و گداز آب دیدہ ہو کر اس طرح سخن طراز و نطق پرداز ہوا (احقر):

"ظالم تو مجھ سے کس لیے بیزار ہو گیا
کیا راز دل ترا کہیں اظہار (۴۵ ب) ہو گیا

اور سوائے اس کے (تسلی):

آتے ہی کہا تم نے بس گھر کو میں جاتا ہوں
آخر کو تو جاؤ گے اک دم تو بھلا بیٹھو

اور جو واسطے انقیاد بزم مباشرت کے وعدہ فردا کا کرتی ہو' اول اس دل بے تاب کو اس قدر تاب کہاں کہ کلمہ (کذا) تلک کانون سینہ میں آتش فراق سے جلتا رہے اور دوسرے اعتبار نہیں کہ شب حاملہ فردا چہ زاید یعنی شب آیندہ تک یہ بندہ دل پراگندہ زندہ رہے یا نہ رہے' کس واسطے کہ اس ایام صعوبت انجام میں ایک وزد لعین نے محل بادشاہ سے دزدی زر و زیور کی بکمال ہنرکری ہے اور شہریار بلند مقدار نے بتاکید بسیار واسطے گرفتاری اس عیار کے بدیں اقرار اصدار حکم کیا کہ اگر عرصہ ہفتہ میں مجرم سیہ رو کو ماخوذ نہ کرے گا تو روز ہشتم (۴۶ الف) مارا جائے گا اور کسی وجہ سے امان نہ پاوے گا۔ اب وعدہ معہودہ میں یہ دوپہر شب باقی ہے اور چور منہ زور سے کچھ نشان

نہیں ملا۔ بروقت ابتسام تاثیر صبح کے لاکلام یہ ناکلام وار پر مقام کرے گا اور زمام اختیار کی بیچ ہاتھ شہسوار اجل کے دے گا۔ اگر ایسے وقت سخت میں تم سنگ دلی و ستم دری سے طریقہ مباینت و بے مہری کا اختیار کرو گی حسرت وصال کی دل میں رہے گی اور آگ بے قراری کی تاقیامت نہ بجھے گی۔ اور جو بہ لحاظ اس کے (اوریس):

اگر کار یک خس بسلماں بود
ز دریائے رحمت چہ نقصاں بود

شربت(۸۵) وصال اپنے سے اس تشنہ لب و تفسیدہ دہن کو شادکام کیجئے اور شراب معانقت جسمانی (۳۶ ب) سے کمفی المرام کو زہر ہلاہل اجل کا مذاق جان پرناگوار نہ گزرے اور کچھ خواہش و آرزو بیچ دل کے باقی نہ رہے (واقف):

اے دوست من بلطف پیش آ
بگذار لطایف الحیل را(۲)

جب ایسی تقریر استکانت تخمیر شحنۂ دل گیر کی اس بنت بے پیرنے سنی ایک لحظہ الخاموشی نیم رضا کو کام فرما کر پس ازاں خطاب بے حجاب کیا کہ "اگرچہ امشب قیام اس مقام کا سبب آزردگی شوہر اور رسوائی مجھ بے وقر کا ہے لیکن بپاس خاطر آپ کی نارضامندی شوہر کی طبیعت اپنی پر گوارا کری اور انگشت قبول کی دیدۂ دل پر رکھی۔ اب شایان وسعتِ معاش و اقتضائے لذت انتعاش کا یہ ہے کہ رنج و ملال کو خاطر پراختلال سے نکال کر داد عیش و نشاط (۳۷ الف) کی دیجئے اور بسلا مے خواری و جرعہ کشی کی بزم سور و سرور میں ممہد کیجئے' کس واسطے کہ نزدیک بادہ خواران مصطبۂ مباشرت اور سرشاران صہبائے معاشرت کے کیفیت عیاشی کی بے نشۂ مُل اور آواز قلقل مینا کی بتصدیق اس شعر کے حاصل نہیں (شعر):

گل بے رخِ یار خوش نباشد
بے بادہ بہار خوش نباشد

آیندہ اختیار آپ کا ہے۔ جو کچھ کہ مرضی مبارک اقتضا فرمادے عمل میں لائیے۔"

جب اُس مخمورِ نشۂ تعشق نے شرابِ ناب اس گفتگو کی ساغرِ گوش سے نوش کری نہایت خوش دلی و خرمی سے بدن میں نہ سمایا اور مشکور احسان و ممنون امتنان کا ہو کر بلا تہاون ایک شیشے میں شرابِ دو آتشہ (۴۷ ب) اور دو تین جام طلائی باخوان گزک اٹھا لایا۔ وزو آتشیں رخسار رنگیں لباس نے ایک پیالہ مے لعل گوں سے لبریز کرکے بدستور ساقیان ادب کیش کے خدمت اس انجمن آرائے عیش میں گزرانا اور تکلف و مصدع تشریب کا ہوا۔ کوتوال ناعاقبت اندیش نے کچھ پس و پیش نہ سمجھ کر نہایت انبساط و ابتہاج سے اس ساتگین مُل کو بے تأمل و بلا تساہل نوش جان کیا اور ایک جام لبالب آب گل فام سے کرکے اس مہمان دل آرام کو باحترام تمام دیا اور کہا (شعر):

"بعیش کوش کہ تا چشم می زنی برہم
خزاں ہمی رسد و نوبہار می گذرد"

اس عیار مکار نے بعد لینے ساغر کے ہاتھ اس بے خبر کے سے آنکھ بچا کر شراب (۴۸ الف) ارغوانی کو قدرے در آستین و قدرے در دامان ڈالا اور برائے نام رحیق مروق کو دہن سے لگا کر سلام شکریہ ادا کیا۔ فی الحال واسطے شغل کے گزک لذیذہ و نقل پاکیزہ کو نمک دان سے اٹھا کر نوش جان فرمایا اور یہ شعر برجستہ مضمون زبان پر لایا (شعر):

"کب اسے خوفِ عسس اور محتسب کا باک ہے
جس کو اے پیرِ مغاں رِشتِ العنب کی ناک ہے"

بعد ایک لمحے کے پھر بادۂ گلرنگ سے ایک جام بھر کر کوتوالِ خستہ حال کو پلایا اور آپ مقتضائے عقل و ہوش کے نائے نوش سے مصروف رہا۔ جب چند قدح متواتر (۸۶) حلقومِ شوم شحنۂ مذموم میں پہنچے عقل و خرد سے محروم ہو گیا اور مرز و بوم دانش و تمیز سے خارج و (۴۸ ب) معدوم۔

اس وقت اس حیلہ گر نے ایک جولانہ انبار غل و زنجیر سے کہ بیرون اس مکان جنت نمون کے واسطے مجرمان لائق التعویر کے موجود تھا اٹھا کر کہا کہ "منعم بے ہمال نے میرے تئیں سب قسم کا زیور از نقرہ و طلا کرامت فرمایا ہے اور آلائے بے تناہی دنیا سے سب کچھ مرحمت کیا مگر میں نے ایسا زیور اعجوبۂ دہر کبھو نہیں دیکھا اور تمام عمر میں اس قسم کا نادر گہنا نہیں پہنا۔ آج کی رات کہ اتفاق حسنہ سے یہ متاعِ گراں بہا ملاحظے میں گزری اور دیدۂ دل مشاہدے اس کے سے منور ہوئے' عنایت کریم کارساز و توجہات آپ کی سے کمال مشکور ہوں اور تمنائے پہرنے اس کے کی بدرجہ غایت رکھوں۔ اگر از راہ جود و سخایہ (۴۹ الف) زیور بے بہا میرے تئیں مرحمت ہو اور کچھ پس و پیش کسی نوع کا خاطرِ خیراندیش میں نہ گزرے یہ عاجزہ ناتواں زیب پائے اپنے کا کرکے باول و جان کنیز اس آستان فیض نشان کی ہو اور ماہتی عمر احسان بے پایاں آپ کا فراموش نہ کرے۔"

جب اس کیادنے اس طرح سے عرضِ زبان کو حلی بند بیان کا کیا اور جولانہ کو ہاتھ میں لے کر (۸۷) پاؤں میں ڈالنے لگا' عسس بوالہوس نے کہ کثرتِ سے خواری سے ابتر حواس ولا یعقل اور کج رفتاری فلکِ دوّار سے بے خبر و غافل تھا' اس روش سے

زبان فہمائش کی کھولی کہ "اے سر دفتر یاسمیں بدناں دا لے سرگروہ سیم تناں' پائے آپ کا نازک تر از برگ گل ہے اور گرانی رنگ حنا سے ہردم در تکاسل' یہ زیور گراں نہ لائق پائے تجھ جاناں کے ہے بل قابل پائے دشمنان (۴۹ ب) سخت جاں کے۔ آگاہ ہو کہ یہ تحفہ علت بیڑئیں آہنی بغایت سنگین ہیں اور واسطے گنہگاران زشت کردار و مجرمان قبیح اطوار کے تیار کریں۔ ہرگاہ کہ کوئی گنہگار چبوترہ کوتوالی میں ماخوذ گرفتار ہوتا ہے واسطے ایذا رسانی و آزار دہی اس کی کے یہ بیڑئیں پائے اس کے میں ڈالتے ہیں۔ اگر آپ کو ایسا ہی ذوق و شوق پیدا ہوا ہے کہ ان کے تئیں زیب پا دیکھوں اور ماہیت ان کی پر خبردار ہوں' بے اندیشہ و باک پائے مجھ سینہ چاک میں ڈال کر بچشم غور و دیدۂ حقیقت بیں دیکھو کہ کیا چیز قبیح و زبوں ہے اور کس قدر ناقص و ناموزوں۔"

دزد نے اس امر کو انتہائے مطلب و اقصیٰ مراد اپنی کا سمجھ کر فی الفور جولانہ بیچ پائے اس ابلۂ ناقہم کے ڈالا اور کمر تزویر سے ابواب مکالمت کے (۵۰ الف) بدیں نمط مفتوح کیے کہ "کفیٰ باللہ شہیدا۔ یہ زیور تو بہت ہی(۸۸) عمدہ و خوش نما ہے اور صدائے اس کی نہایت مطبوع و زیبا۔ میں بھی ایک ایسی پازیب دل فریب تیار کروں گی اور بے لحاظ شناعت و عیب کے پائے اپنے کو رونق و زیب دوں گی۔"

بعد اختتام اس گفتگوئے ندرت التیام کے ایک ہتکڑی نہایت کڑی ہاتھ میں لے کر متکلم ہوا کہ "اے عاشق صادق' اس زیور نادر کو کون سے اعضائے جاں فزا پر پہنتے ہیں اور کس نوع(۸۹) سے اس کو بدن رشک چمن پر آرائش دیں؟" اس احمق مطلق نے عالم بدمستی میں اشارہ طرف ہاتھ اپنے کے کیا اور چور چابک دست نے ہتکڑی کو بھی ہاتھ اس کے میں ڈال دیا۔

پس ازاں ایک طوق آہن گراں وزن اٹھا کر باظہار اقصیٰ تمنا و اصرار کے

(۵۰ ب) کہنے لگا کہ "اے حضرت، دو گہنے نادر آپ نے زیب دست و پائے مبارک کے کئے۔ اب یہ ہنسلہ میں اپنے گلے میں ڈالوں گی اور ممانعت آپ کی ہرگز نہ مانوں گی۔" وہ سادہ دل بے خرد و غافل جواب دہ ہوا کہ "اے آرام جانم و اے راحت بخش روح و روانم! یہ کیا بات سراسر ظلم و ستم کی آپ نے فرمائی اور طبع لطیف آپ کی کس چیز کثیف پر رجوع لائی۔ برائے خدا انصاف کر کہ جس گلوئے پر مالائے مروارید و چمپاکلی مرصّع بھی گرانی کرے وہ گلوئے نازک اور یہ طوق سخت و گراں کہاں؟ بقول آں کہ (مصرع): چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک۔ لازم ہے کہ اس طوق کو بھی گلوئے اس عاصی پُر معاصی میں ڈال دیجئے اور کچھ اندیشہ و وسواس نہ کیجئے۔"

اس عورِ باشعور نے سرور موفور و خرمی (۵۱ الف) نامحصور سے بلا کمٹ و قصور طوق آہنی کو زیب گلوئے اس مخمور صہبائے غرور کے کیا اور دو تین جام مئے آتش فام کے علی التواتر اس مغرور کو پلائے۔ جب کثرت نشہ نے ہوش و حواس سے کوتوال بد اعمال کو عاری کیا اور غفلت و مدہوشی طبیعت پر ساری ہو گئی، وزو ہوشیار نے چالاکی کر کے اول اس مردودِ مطرود کو رسن سوت پلنگ سے محکم و مضبوط باندھا اور مقراض قلم دان سے نکال کر ایک طرف کی(۹۰) ریش و بروت کو کتر ڈالا۔ بعدہ روشنائی کو روغنِ چراغ میں ملا کر رخ اس کا کہ ہم رنگ چرہ روز کے تھا بہ تشابہ روئے شب کے سیاہ کیا اور یہ مضمون لعنت مشحون اوپر پرچہ قرطاس کے مندرج و مرقوم کیا کہ "اے کم بخت سیہ رخت! میں وہ(۹۱) وزو عیار (۵۱ ب) و سارقِ طرار ہوں کہ جس کی تلاش و انتظار میں تو پریشان و خوار و زندگی سے دست بردار ہوا۔ ہزار لعنت و نفرین تیری رائے حمق گزیں پر کہ میں آپ سے اوپر مکان تیرے کے آ کر ہنگامہ راز و نیاز کا گرم کیا اور تیرے تئیں مانند مجرمان کے پابہ زنجیر و روسیاہ کر دیا۔ تو باوصف اس کے کہ

عہدہ حراست و پاسبانی کا سرکار سلطانی سے رکھتا ہے دشمن بغلی کو گرفتار نہ کر سکا اور تلاوت قرآن مجید کو کہ دافع انواع مصائب شدید کی ہے بلاحظہ لباس عارضی و کسوت متناقض کے موقوف کرکے رفتہ از خویش ہوا۔ آیندہ اگر کچھ نشان حمیت و حیا کا رکھتا ہو تو(۹۲) دم کنگ داری و پاسبانی کا نہ مارنا اور ہوس و آرزو گرفتاری ہماری کی نہ کرنا۔"

ہر گاہ یہ نامۂ اعمال کوتوال بدخصال کا بدرجۂ تمام و کمال (۵۲ الف) پہنچا اس کاغذ کو ایک رشتہ موہائے ریش دراز کوتوال کی سے بالائے طوق کے گلوئے عسس میں باندھ دیا(۹۳) اور جس قدر مال گراں بہا و کم وزن شحنۂ بد افعال کا ہاتھ لگا لے کر اس مکان سے برآمد ہوا۔ جب کہ دروازۂ محل پر پہنچا بلحاظ اس کے (سعدی) "دہن سگ بہ لقمہ دوختہ بہ" چند اشرفی حوالے دربانان غافل کے کرکے روک ٹوک ان کی سے ایمن و نڈر گزرا اور فراغ خاطر و دل جمعی وافر سے اپنے مکان پر آ کر مال مسروق الحال کو تفویض روپسی حور جمال کے کیا۔

جس وقت شہریار مظہرالانوار نے شحنۂ بدکردار روزگار کو کہ جفاکاریٔ دزد عیار شب تار کی سے روسیاہ و خاطر فگار ہوا تھا مرات آب دار خورشید کا دکھلایا اور اہال جرائم غفلت کا کرکے چہرۂ سیہ فام اس کا (۵۲ ب) زلال چشمۂ آفتاب کے سے دھلایا باوشاہ کیوان بارگاہ بعد طاعت معبود بے نیاز اور ادائے سنت و فرض نماز کے رباط فیض مناط سے برآمد ہو کر بشوکت تمام دیوان عام میں تشریف لائے اور ہمگی امراء و ندما باریاب مجرے کے ہو کر اپنے اپنے پائے پر قائم و منصوب ہوئے، حضرت ظل سبحانی خلیفتہ الرحمانی نے ارشاد کیا کہ "کوتوال زشت افعال کو مہلت سات روز کی واسطے گرفتاری شب رو بدخو کی عنایت ہوئی تھی۔ آج تک کہ روز ہشتم ہے اس مردود لعین نے کچھ نشان دزد کا نہ دیا اور حکم قضا توأم کو گوز شتر جانا۔ فی الحال دوچار جلاد

خانہ برباد جا کر اس سفلۂ زشت نہاد کو جس حالت میں کہ ہو بے تبدیل ہیئت حضور لامع النور میں حاضر لاویں اور ایک (۵۳ الف) لمحہ و لحظہ کی درنگ و تاخیر نہ کریں تا اسی وقت مراتب زجرو توبیخ کے عمل میں لا کر اس نافرمان بردار کو بہزاراں سرزنش و خذلان معمورۂ عدم میں بھیجا جاوے اور آیندہ کوئی تابعین سے حوصلہ عدول حکمی و نافرمانی کا نہ پاوے۔"

جلاوان عزرائیل نشان بورود فرمان قضا جریان سلطان کے مانند پیک اجل کے اوپر دروازے اس بلا گرفتار کے وارد ہوے اور بے مزاحمت دربانان اندر مکان رشک بوستان کے جا کر دیکھتے کیا ہیں کہ کوتوال خستہ حال روسیاہ بحالت تباہ پلنگ سے جکڑا ہوا بے خود و بے حواس پڑا ہے اور طوق در گردن اور زنجیر بدست دیا ہے۔ فی الحال پلنگ اس کا سر پر اٹھا کر بکمال اہانت و ابتذال حضور کرامت نشور میں حاضر کیا اور پیش نگاہ خدیو عالم (۵۳ ب) پناہ کے رکھ دیا۔

ہرگاہ بادشاہ خورشید بارگاہ نے ملاحظہ پریشان حالی اس روسیاہ پُر گناہ کا کیا بے اختیار باتفاق جمیع حضار دربار کے قہقہہ مار کے ہنسے اور کاغذ کو کہ گلوئے اس کے میں بندھا تھا مطالعہ کرکے فرمانے لگے کہ "سبحان اللہ! یہ عجب ماجرا و طرفہ واقعہ ہے کہ الٹا چور کوتوال کو ڈانڈے اور بدیں فضیحت ماخوذ و کبول و مسلسل و مغلول کرے۔"

آخرکار ظہور اس امر ندرت طراز کا حرکات زمانِ پُر مخافات و صدمات نوازل آسمان پُر آفات سے سمجھ کر گلاب اوپر روئے اس مخمور کے چھڑکا اور مستی نشہ سے ہوش میں لا کر آئینہ رونما اور نامۂ اعمال اس کا ہاتھ میں دیا تا چہرۂ بے بہرہ اپنے کو دیکھ کر نادم و پشیمان ہو اور پرچہ قرطاس کو مشاہدہ کرکے (۵۴ الف) شرمندہ و حیران۔

جب اس جتلائے تعب نے آئینے میں جمال اپنا حبشی تمثال دیکھا اور مضمون نامہ پر وقوف پایا' نہایت مخجول و شرمسار ہوا اور ندامت و خجالت سے سرگریباں ہو کر کہنے لگا (شعر):

"ہم نے کچھ چاہا تھا اور کچھ ہوگیا
آنکھ کے لگتے ضیا سو گیا"

کبھی نہایت کلال و ملال سے کف افسوس ملتا تھا اور کبھی عدم گرفتاری وزد کی سے بحالت مایوسی یہ شعر پڑھتا (مرزا):

"بالیں سے جب کہ بر(۹۴) گیا غش سے کھلی تب آنکھ
مجھ نارسا کا طالع خوابیدہ دیکھنا"

بادشاہ ملک خصلت رحم دل نے یہ حال کثیر الاختلال اس کا دیکھ کر بنظر ترحم و تفضل خون اس کا معاف فرمایا اور اسی تعزیر و تذلیل کو کہ بہ تکفیل وزد محیل کے حق کوتوال میں صادر (۵۴ ب) ہوئی بہ مکافات جرائم نافرمانی کی کمتی جانی۔

بر آمدن امرائے صاحب توقیر بنا بر گرفتاری وزد بے نظیر و گرفتن او تشریفات و دواب آں ہا از رسائی فہم و تدبیر و رفتنش بلباس نجومی نزد خواتین امراء و زد و ضرب(۹۵) کردن مردم قبائل(۹۶) باغوائے وزد دانا

جس وقت شاہ نصفت پناہ والا دستگاہ نے یہ تازہ واردات تحیر سمات علاوہ اس وقائع بدائع کے کہ مشکوئے معلیٰ میں بوقوع آئے تھے' مشاہدہ کری نہایت متحیر و حیران

ہوا اور تردد لاحد و تعد نے ضمیر منیر میں راہ پایا۔ ہرچند تأمل کیا کوئی سبیل گرفتاری دزد بے عدیل کی مزاج وہاج میں نہ گزری اور کوئی خدنگ خیال کا بہ آماج مراد نہ لگا۔

لاعلاج اس صاحب تخت و تاج نے منادی عام دی کہ اگر کوئی امرائے شجاعت امتزاج و سرداران افواج دریا امواج (۵۵ الف) سے اس سارق بد رواج کو گرفتار کرے گا باج و خراج ایک سال ممالک محروسہ کا انعام دوں گا اور رہ گزر ابتہاج خاطر کی سے منصب اس کا المضاعف کروں گا اور جو مردم رعایا سے کوئی متمول یا محتاج مصدر انجام اس کام کا ہوگا دریائے مواج بذل و سخا سے زر بے شمار بخشوں گا اور صدف آرزوئے اس کی کا گوہر مراد سے بھروں گا۔ اگر بر تقدیر کوئی متنفس حال دزد کے سے آگاہ ہو کر اطلاع نہ کرے گا در صورت ثبوت کے اثاث البیت اس کا تاخت و تاراج کر کے شہر سے اخراج کیا جائے گا اور جو کوئی جان بوجھ کر بطمع و احتیاج ملتجاج اور خواہ منت و سماجت(۹۷) دزد کی سے اس فتنہ گر پُر مکر کو رہائی دے گا مانند شب داج کے روسیاہ ہو کر حلاج کردار معراج (۵۵ ب) دار کا پاوے گا۔

جب اس طرح کا حکم ناطق و فرمان واثق نافذ ہوا دزد دانا کہ لباس فاخرہ سے حضور والا میں حاضر تھا اپنے دل میں ہنس کر کہتا تھا کہ اس جگہ یہ مثل بے بدل "بغل میں لڑکا نگر میں ڈھنڈورا" خوب برجستہ و برمحل ہے یعنی میں دربار میں موجود ہوں اور یہ بادشاہ تلاش میری میں بدیگر جا مصروف۔ لیکن دانش مندی سے مانند پیکرِ تصور(۹۸) کے خاموش کھڑا تھا اور کچھ زبان سے نہ کہتا تھا۔

اس عرصے میں چار سردار فوج نصرت موج نے کہ نہایت شجاع و جرار و بغایت دلاور و ہوشیار تھے بکمال تکبر و خودنمائی پیشانی عقیدت کی اوپر آستان ملایک آشیان کے گھس کر دست بستہ عرض کیا کہ "حضرت خداوند نعمت قدر قدرت (۵۶

الف)' گرفتاری وزد بدطینت کی کس قدر دشوار و کیا مشکل کار ہے کہ حضور والا اس قدر بندوبست فرماتے ہیں اور طبع ہمایوں پر تصدیعہ ناروا اٹھاتے ہیں۔ اگر فدویان عبودیت سرشت کو ارشاد ہو اور مہلت ایک عشرے کی دی جاوے بالضرور عنایت الٰہی و تفضلات شاہنشاہی(۹۹) سے اس ملعون تیرہ درون کو اسیرو دست گیر کریں اور کشاں کشاں حضور پُرنور میں حاضر لادیں۔"

بادشاہ عالم پناہ نے کہ فراست و دانائی وزد حریف و ظریف کی بدیدۂ یقین ملاحظہ کری تھی در جواب امیران نخوت نشان کے ارشاد کیا کہ "اے بو الہوسان پست فطرت و اے تنگ ظرفان کم جرأت' وہ وزدِ عالی (۵۶ ب)(۱۰۰) ہمت ایسا نہیں ہے کہ تم اندک مہلت و کم ترین فرصت میں گرفتار کرو اور مکر و فریب میں اس پر راجح و فائق ہو۔ پس ہرزہ درائی و لاف زنی سے کیا سود ہے اور گذارش کلمات واہیات سے کیا بہبود؟ بقول آں کہ (مثل) : چھوٹا منہ بڑی بات' لیکن حسب استدعائے تمھاری کے مہلت ایک عشرے کی(۱۰۱) عنایت ہوئی۔ اگر اس عرصے میں یہ امر بزرگ و کار سترگ تم سے صورت پذیر ہوا بہتر' والاّ در صورت عدم ماخوذی سارق موذی کے سزائے سخت واسطے تم تیرہ بختوں(۱۰۲) کے تجویز ہوگی اور بے تأمل مسافر ملک عدم کے ہو گے۔"

بعد اس گفتگو کے وہ (۵۷ الف) چار یار مانند اربع عناصر کے شہریار سے مرخّص ہوے اور زین ہمت کا اوپر بارگی عزم کے بالجزم باندھ کر بتلاش وزد چلے۔ اول تمام شہر میں تجسس بے قیاس کری(۱۰۳) اور ہر ایک صغیر و کبیر سے حال وزد کا استفسار کیا۔ جب شہر میں کچھ نشان و پتا نہ ملا اور نقش مراد کا درست نہ بیٹھا دیہات قرب و جوار میں جا کر جستجو کرنے لگے اور سراغ اس وزد عالی دماغ کا ڈھونڈنے(۱۰۴)۔ کبھی بسان گداگروں کے ہر کوچہ و برزن میں پریشان پھرتے تھے اور کبھی مانند گردباد کے ویرانے میں با دل

خارخار ہر طرف قدم مار کے یہ اشعار پڑھتے (تاباں):

منظور زندگی سے تیرا ہی دیکھنا ہے
ملتا نہیں ہے گر تو پھر کیا ہے زندگانی

تیرے غبار کا کچھ پایا نشاں نہ ہر گز
صحرا میں جا صبا(۵۷ ب) نے بھی ہرچند خاک چھانی

(کذا) (۱۰۵)

جب اس روش سے نو روز و شب گزارے اور یاس و تردد سے ہوش و حواس ان تشنہ لبانِ دلوی طلب کے منسلب ہوے وزو بے ڈھب و سارقِ عالی نسب نے اپنے دل میں کہا کہ "ان بلا نصیبانِ دوراز طرب اور گرفتارانِ رنج و تعب سے بھی ملاقات کرنا سبب والا ہمتی کا ہے اور ظاہر کرنا کسب و ہنر اپنے کا اوپر طبع ان متلاشیان (۱۰۶) بدوضع کے مقتضائے جراءت و دلاوری کا۔" پس موئے سفید لے کر چہرۂ رشک مہر اپنے پر بجائے ریش و بروت کے بھوزے سے چسپاں کئے اور پیر فرتوت کی صورت بن کر بلباس قلندرانہ شہر سے برآمد ہوا۔ جس وقت کنار دریا پر پہنچا زیر ایک(۱۰۷) درخت کے چبوترہ مثمن تیار کرکے رخت اقامت کا ڈالا (۵۸ الف) اور لوازمہ حُقّہ کشی و بھنگ نوشی کا روبرو رکھ کر بہ سبحہ گردانی مشغول ہوا۔

جس گھڑی کہ مسافر جہاں پیمائے خورشید نے منازل روزگار سے نصفی طے کیا اور تمازت و گرمی بدرجۂ غایت مسلط ہوئی بحکم تقدیر وہ چار امیر مانند مصراع رباعی کے متفق، باد پایان تیز رفتار پر سوار، وارد اس مقام سایہ دار کے ہوے اور دیکھا کہ ایک پیر روشن ضمیر طاعت واجب الاطاعت حضرت صمدیت میں مصروف ہے اور زہد و تقویٰ جبین اس کی سے ظاہر و مکشوف۔ فی الفور قریب اس کے جاکر مراسم تسلیم کے

بجلائے اور شدت گرما سے(۱۰۸) دل دولخت زیر سایہ درخت سبز بخت کے ٹھہر کر حقہ پانی پینے لگے۔

دزد کیاد نے دل داری و غم خواری سے پیش آکر (۵۸ ب) استفسار کیا کہ "اے جوانان قوی تن و اے یلان رستم بدن، ایسی تابش آفتاب میں کہ غلبۂ حرارت سے طائر خیال کا پچ ہوا کے کباب ہوتا ہے اور مرغ روح کا ازبس اضطراب سے قفس قالب میں بے تاب، تم نتیجہ وودمان مستطاب کے صحرائے وحشت مآب میں کس واسطے سرگردان و خراب ہو اور چہرہ رشک ماہتاب تمھارا عین عالم شباب میں کس سبب سے بے آب و تاب ہے؟"

ان رہ نوردان دشت آفات و ہرزہ گردان وادی پر مخافات نے لب بپاسخ کھولا کہ "اے رہ نمائے گم گشتگان تیہ ضلالت و اے ہادی واماندگان کوئے ضلالت! ہم چاروں بلا گرفتار امیر عالی مقدار شہریار اس دیار کے ہیں۔ ان ایام (۵۹ الف) صعوبت انجام میں ایک دزد عیار(۱۰۹) مکار نے محل بادشاہ خلائق پناہ میں وزدی کری اور کوتوال شہر کو کہ واسطے تلاش اس بدمعاش کی نکلا تھا مقید و روسیاہ کیا۔ اب ہم چاروں گنہ گار حسب الامر خدیو روزگار کے جستجوئے اس مردم آزار میں خستہ و خوار ہیں اور کچھ آثار تلاقی کا اس جفاکار کا پدیدار نہیں (شکوہ):

نہ اس کا وصل ہے ممکن نہ تاب ہے دل کو
عجب طرح کا یہ مشفق عذاب ہے دل کو

چوں کہ ایسے مقام دل آرام پر کہ گزرگاہ خاص و عام و طجائے کافہ انام کا ہے ہر طرح کے لوگ گزر کرتے ہیں اور کسی شخص کو گروہ درویشان بیدار دل سے پردہ کسو(۱۱۰) نوع کا نہیں ہوتا، اگر آپ کو کچھ حال اس بدخصال (۵۹ ب) کے سے آگہی حاصل ہو،

ازراہ کرم ہمارے تئیں نشان دیجئے اور ممنون عنایات و عاجز نوازی کا کیجئے۔"

مرد مرتاض نے کہ باطن میں خاصیت مقراض کی رکھتا تھا' اول عرض غرض آمیز ان اہل اغراض کی سے اغماض صریح کیا اور پس ازاں اصرار ان کا بیشتر دیکھ کر کمال بے پروائی و استغنا سے کہا کہ "اے عزیزو! باتقراض چند روز کے یہ عاجز حالت بیماری و انقباض خاطر میں مسکن اپنے سے انتعاش کرکے واسطے تفریح دل و دفع امراض کے کنار دریا پر پھرتا تھا۔ بفاصلہ یک فرسنگ اس مقام سے دیکھتا کیا ہوں کہ ایک مرد امرد صندوقچہ حلل(۳۱) گراں مایہ و جواہرات بے بہا کا سر پر لئے ہوئے دریا میں جاتا ہے اور کچھ خوف و اندیشہ ڈوبنے کا نہیں (۶۰ الف) کرتا۔ جب کہ تھوڑی دور پہنچا آب میں انغماس کرگیا اور نظر سے غائب ہوا۔

"میں نے بلحاظ اس کے کہ یہ شخص اس بحر زخار میں ناحق غرق ہوا ہے اور پانی فرق اس کے سے گزر گیا اپنے تئیں بیچ دریا کے ڈالا کہ اس غریق لجۂ بلا کو شتابی نکالوں اور اس آب از سر گذشتہ کو جان سے بچاؤں۔ جس وقت غواصی کو کام فرمایا پانی میں ایک تماشائے عجب(۳۲) نظر آیا یعنی دیکھتا کیا ہوں کہ ایک مکان پاکیزہ مانند سینہ سیم تناں کے نہایت مصفا دریا میں تعمیر کیا ہے اور وہ شخص بجاہ و حشمت تمام ایک کرسی جڑاؤ پر رونق افزا ہے۔ مجرد دیکھنے اس احقر کے کرسی سے اٹھا اور تواضع و مدارات کرکے بولا (بیت):

(۶۰ ب)

خوش آمدی' ز کجا آمدی' بیا بہ نشیں
بیا کہ می کشمت در دو دیدہ جا بہ نشیں

یہ مستمند سلام علیک و دعا کرکے کرسی پر بیٹھ گیا اور بعد ذکر و گفتگوئے اور طرف کے

مستفسر ہوا کہ "اے جوان(۴۳) ستودہ خصلت' یہ مکان عظیم الشان تہ آب میں کس حکمت سے تیار کیا اور آغاز جوانی میں سبب گوشہ گزینی کا کیا ہوا؟"

اول اس جوان رفیع المکان نے بہت ہی انکار کیا' آخرش کہ اصرار میرا بیشتر دیکھا راز نہفتہ اس طرح معرض بیان میں لایا کہ "اے پیر روشن ضمیر! اس گنہگار بے وقار نے بہ مشکوئے طلسم کا بدستیاری سحر کہ ایک دیو سے سیکھا تھا تعمیر کیا ہے اور شہر کے رہنے میں چند قباحت دیکھ کر اس مکان جنّت نشان میں تن تنہا اقامت رکھتا ہوں۔ آج طالع میرے (۲۱ الف) نے یاری اور بخت نے مددگاری کی کہ تم سا صاحب کمال غریب خانے میں تشریف لایا اور اس کمینہ(۴۴) بے سروپا کو مرہون منت و احسان کا کیا۔ اب جو کام کہ لائق اس مستہام ناکام کے ہو بے تکلف فرمایئے اور کبھی کبھی دیدار اپنے سے مسرور و شاد کیجئے۔" بندہ دل داری و گفتگوئے شیریں اس شیریں گفتار کی سے نہایت خرسند ہوا اور تھوڑی دیر اس مقام پر ٹھہر کر اپنے مکان پر آیا۔

"اب کلام تمہارے سے دریافت ہوا کہ بے شک وہ شخص نافرجام دزد مکار ہے اور وہ صندوقچہ زیور و زر بادشاہ کا تھا۔ اگر تمہارے تئیں گرفتاری اس کی منظور ہے دریا میں جا کر اس دزد شریر کو گیر کرو اور گوہر مقصود کا بیچ ہاتھ کے لاؤ۔ والّا اپنے کار کے مالک و مختار ہو۔ (سعدی) : بررسولاں (۲۱ ب) بلاغ باشد و بس۔"

جب یہ واقعہ تعجب خیز ان ہرزہ گردان خاک بیز نے موبمو سنا قدم بوسی درویش ریاضت کیش کی کر کے بلسان عجز آمیز سخن ریز ہوئے کہ "اے مقتدائے خدا شناسان حق بین و پیشوائے کاشفان اہل یقیں (شعر) :

نہیں کچھ شبہہ' بے شک ہم نے جانا
وہی اس چور کا ہے گا ٹھکانا

اگر ازروئے شفقت کے اس مکان دل آویز و دزد بلاانگیز سے ہم کو نشان دیجئے اور تصدیعہ آمدورفت کا پاس خاطر ہم رہ نوردانِ تیہ غربت کی طبیعت اپنی پر گوارا کیجئے کمال احسان ہوگا اور بدولت آپ کی قہر سلطان سے زندگی دوبارہ نصیب ان غریبوں کی ہوگی۔"

فقیر خوش تقریر نے حصول مدعائے اپنے کا درضمن جانے کے قیاس کرکے امراء کو ہمراہ لیا (۶۳ الف) اور فاصلہ ایک فرسنگ پر جاکر بولا کہ "اس جگہ دریا میں مسکن دزد پرفن کا واقع ہے اور اسی مقام پر جملہ مال مسروقہ بادشاہ خلایق پناہ کا موجود لیکن یہ عاجز بلحوق بعض امراض کے جانے دریا کے سے معذور ہے اور دیکھلانے مکان سارق کے سے سراسر مقصور۔ تم آپ تصدیعہ اٹھاکر دریا میں غوطہ لگاؤ اور منزل مقصود پر پہنچ کر اس بدمعاش کو گرفتار کرو۔ اگر تمھارے دل میں کچھ خوف و اندیشہ سحر اس ساحر کا ہو یہ عصائے میرا لے جاؤ اور اس کے تئیں رہنمون و معاون اپنا کرو۔ ببرکت اس کی جادو اس کیاد بدخو کا کارگر نہ ہوگا اور بہ سہولیت گرفتار کرو گے۔ اس بندے کو اجازت ہو کہ اپنے مکان پر جاوے اور نشہ[115] پانی سے غنچۂ پژمردہ دل (۶۳ ب) کا کھلاوے۔"

امیرِ نالیاقت ازراہ حماقت کے عنانِ ابلہ فریب دزد کے راست سمجھ کر بکمال تملق بولے کہ "اگر آپ نے ازراہ کرم نشان مسکن دزد کا دیا ہے اور ثواب جان ہماری کا لیا ہے تو معاودت ہماری تک یہاں تشریف رکھئے اور نگہبانی سلاح و پوشاک و بادپایان چالاک کی کیجئے۔ اگر دزد گرفتار ہوا زرخطیر نذر کریں گے اور تمام عمر احسان مند رہیں گے۔"

درویش بولا کہ "اے بابا! فقیر کو کچھ طمع مال و زر کی نہیں۔ صرف نام اللہ کا

ہم کو کافی ہے۔ مگر خاطر تمھاری سے چندے متوقف رہوں گا اور حفاظت اسباب کی کروں گا۔ حق تعالیٰ مطلب تمھارا برلاوے اور تمھارے تئیں خوش و خرم رکھے۔"

وے چاروں احمق اس بات سے مسرور ہو کر سب (۶۳ الف) اسباب چھوڑ گئے اور پانی میں جا کر غوطہ مارنے لگے۔ اس وقت یہ مثل(۱۶) بر محل "چورنی کتیا جلیبیوں کی رکھوالی" حسب حال اس مقام کی ہوئی اور دوسرے یہ مصرع فی البدیہہ (مصرع) "مثل(۱۷) ہے کہ چوکی لگے دینے چور" زیبا و مناسب وقت ہوا۔ عاقبت الامر دزد نے فرصت وقت کی غنیمت سمجھ کر اسباب ان کا بیچ قبضے اپنے کے کیا اور ایک سمند تیز رفتار پر سوار ہو کر بعد چھوڑنے اور گھوڑوں کے خرم وشاد اپنے مکان بہشت نژاد پر آیا۔

بعد ساعت کے کہ ان شناوران بحرِالم و ہم کناران لجۂ غم نے بے نیلِ مرام سر پانی سے نکالا اور ایک نگاہ کو طرف ساحلِ دریا کے جولان دیا، دیکھتے کیا ہیں کہ وہ فقیر شریر ناپدید ہے اور اسباب و گھوڑے ہمراہ لے گیا (۶۳ ب)۔ اس وقت دل ان کے میں تیقن ہوا کہ وہی شخص مکار دزد دل آزار تھا اور واسطے فریب دینے کے بصورت درویش بیٹھا تھا، لیکن کیا کریں کہ وقت ہاتھ سے گیا ہوا پھر نہیں آتا اور تیر کمان سے چھوٹا ہوا معاودت نہیں کرتا۔ لاچار پانی سے برآمد ہوئے اور نہایت خجالت سے کف افسوس ملنے لگے۔ ایک بباعث خذلان و ندامت کے سر اپنا پیٹتا تھا اور دوسرا بباعث مصائب وحشت بپائی و عدم ماخوذی اس مظہر دانائی کی رو رو کر یہ شعر پڑھتا (مضطر):

"یارو ! وہ فتنہ گر ہمیں کیا منہ دکھا گیا
اک آگ تھی جو سینے میں دل پر لگا گیا"

کوئی اتلافِ اسپ و اسباب سے رنجہ خاطر ہو کر مطعونِ خلق اللہ و حشم

بادشاہ سے ڈرتا تھا اور کوئی اظہار حال سے ساتھ دزد عدیم المثال کے شرمندہ ہو کر کہتا تھا (۶۴ الف) (تجیر):

"کہا تھا حال، سمجھ اس کو آشنا دل کا
سو مدّعی وہ بنا سن کے مدّعا دل کا"

غرضے کہ چاروں شخص دقوع اس واقعے سے بحال خود درماندہ تھے اور یہ بات آپس میں کہتے تھے کہ "اگر اب برہنہ تن شہر میں جاتے ہیں تو باعث افتضاح و موجب رسوائی کا ہے اور اگر نہیں جاتے تو صحرا میں جانورانِ درندہ سے خطرا (کذا) جان کلہ پس (میردرد):

کیجئے کیا آہ کیدھر جایئے
چھوٹیے اس دکھ سے جو مر جایئے"

آخرکار کہ تامل بسیار کیا، اس بات نے بایک دگر قرار پایا کہ تمام دن کسو درخت بلند پر قیام کرکے اندھیری رات رشک ظلمات میں کہ مردم شہر کے سو جاویں داخل گھر کے ہوں اور کسو پر یہ ماجرا ندامت افزا ظاہر نہ کریں۔ چناں چہ بدیں خیال محال وہ چاروں برگشتہ بخت بالائے ایک درخت (۶۴ ب) کے جا بیٹھے اور منتظر وقت شب کے ہوئے۔

اب کلکِ سحر نگار(۱۸) افسانہ امرائے خاطر نگار کو اس مقام پر چھوڑ کر داستان دزد قزاق کی اس طرح صفحہ قرطاس پر مرقوم کرتا ہے کہ اس حریف ظریف نے بعد لے جانے اسباب ان زادیہ گزینان بادیۂ مصائب کے باخود مشورت کری کہ یہ امراء حد اعتدال سے قدم باہر رکھ کر اپنی شجاعت و مردانگی پر نازاں و مغرور ہیں اور ہم چو ما دیگرے نیست کو شان اپنی میں صادق جانتے ہیں، اگر تجی ان کے یہی تعزیر غصب اسباب کی کفتی سمجھتا ہوں اور مجددا" مراتب زجرو توبیخ کے ظہور میں نہیں لاتا تو یہ

چاروں شخص شب تار رازوار میں اپنے گھر آ کر اس واردات کو بنظر ذلت و فضیحت کے مخفی کریں گے اور بادشاہ پر یہ ماجرا (۶۵ الف) حیرت افزا منکشف نہ ہوگا۔ اب واسطے ان کے کوئی ایسی سزائے واقعی کہ جس سے حقارت ان کی حضور بادشاہ میں ثابت ہو تجویز کرنی لازم ہے اور غرور و تکبر ان کا دور کرنا واجب۔

پس اپنے تئیں برہمن نجومی قرار دے کر ایک تقویم ہاتھ میں لیا اور مانند جمشی کشایان رصد بند کے بیچ کوچہ ان امراء کے جا کر پیشہ و فن اپنا اظہار کیا۔ چوں کہ مردم خانہ ان سرواران یگانۂ زمانہ کے بسبب نہ آنے شوہران مردانہ اور نافذ ہونے حکم قتل ان کے کے بارگاہ سلطانی سے نہایت تشویش و ملال عاید حال رکھتے تھے اور دعاہائے نیم شبی و مناجاتِ سحری سے گرفتاری سارق کی آرزو کرتے۔ ان پریشان حالوں شکستہ بال نے آنا نجومی خرد سگال کا ایسے وقت کثیر الاختلال میں نہایت غنیمت سمجھ کر اس (۶۵ ب) کیاد کو معرفت کنیزان خوش تقریر کے ڈیوڑھی[۲۹] میں بلایا اور لوازم تعظیم و تکریم و مراسم ڈنڈوت[۳۰] و تسلیم کے بجلا کر استفسار کیا کہ "اے برہمن فہیم و اے برگزیدہ اہل تنجیم! ہمارے شوہر عظیم الشان کہ ندیم قدیم بادشاہ اس اقلیم کے ہیں بموجب حکم اس صاحب تاج و دیہیم کے توکل مستقیم عنایت خدائے کریم و خالق علیم کا کر کے واسطے گرفتاری دزد لئیم کے گئے ہیں اور نو روز سے کچھ خبر نہیں کہ وے چاروں سلیم الطبع حلیم الوضع کہاں متوقف و مقیم ہیں۔ ایزد غفور الرحیم نے کہ لطف عمیم اپنے سے وجود تمھارا بہ تعلیم علوم نجوم کے عدیم المثال پیدا کیا ہے، بعد تفہیم مدارج تقویم کے ارشاد کیجے کہ دزد وخیم العاقبت کو شش شوہر ہمارے سے گرفتار ہوگا اور غنچہ آرزو کا (۶۶ الف) بہ تبسم نسیم مراد کے کھلے گا یا نہیں؟"

اس مکار نے بہ رہ گزر مکر کے کچھ انگلیاں پر گن گنا کر کہا کہ "از روئے پترہ

کے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آج کے دن یا تسمیم(۳۱) وہ وزو اثیم شوہر نکو سیر تمہارے سے دو چار ہوا (۳۲) اور وے امیر کبیر اس نابکار شریر کو ہمراہ لے کر طرف دریا کے چلیں۔ لیکن ایک قباحت نمونۂ قیامت بھی نظر آتی ہے کہ آج کی رات چار بلائے ناگہانی آفت جانی برہنہ تن عریاں بدن بہ مدد وزو ساحر آسمان سے نزول کریں اور تمہارے دروازے پر آ کر مشابہت آواز شوی تمہارے کی پکاریں کہ ہم چاروں آدمی امرائے صاحب رائے ہیں اور تمہارے پاس بادل پُریاس آئے۔ دروازے کھول کر محل سرائے میں آنے دو اور حال ہمارے پر مطلع (۲۲ ب) ہو۔ اگر تم بے عقلی و بے وقوفی سے ان کے قریب میں آ کر دروازہ مفتوح کرو گی اور محل سرائے میں دخل دو گی تو وے بلائیں پہلے تم کو اور پس ازاں تمہارے شوہروں کو ہلاک کریں گی اور وزو کو رہائی دیں گی۔ اور سب پہلے آنے بلاؤں کا تمہارے پاس یہ ہے کہ شوہر تمہاروں نے تمام عمر اپنی فسق و فجور میں بسر کری ہے اور تم عفیفہ و پاک دامن ہو اور دوسرے مرد سے واقف نہیں۔ تمہاری عصمت و عفت کے زور سے کچھ عمل بلاؤں کا ان پر پیش رفت نہ ہوگا اور چور کو چھڑا نہ سکیں گی۔ جس وقت وے بلائیں تمہارے شوہر کی صورت بن کر دامن عصمت تمہاری کا آلودۂ عصیاں کریں گی، عمل ان کا تم پر اور تمہارے خاوندوں پر کارگر ہوگا اور مفت میں عصمت و(۳۳) جان تمہاری (۶۷ الف) اور امیروں کی برباد جائے گی اور جو تدبیر دفیعہ ان بلاؤں کی تم سے ظہور میں آوے گی پھر کسی نوع کا خطرہ و اندیشہ نہ ہوگا اور سب امن و امان میں رہو گی۔"

چوں کہ یہ بات صداقت آیات سب خردمندان اولوالابصار پر ظاہر و آشکار ہے کہ طائفہ نسواں کا عقل و فہمید سے عاری ہوتا ہے اور دانش و تمیز سے سراسر بے نصیب، ان خاتونان ناقص العقول کے سننے اس کلام وحشت التیام سے ہوش و حواس

پراگندہ ہوئے اور کمال اضطراب سے گریہ و زاری کرنے لگیں۔

اس کیادِ دغاباز نے یہ حالت پُر ملالت دیکھ کر ان پریشان حالوں خستہ جگر کے تئیں بہ جُنبانِ تسلّی آمیز حسنّی کیا اور زبان فہمائش کی کھول کر کہا کہ "اے خاتونانِ عفافت پیشہ (۶۷ ب) و اے نیک سرشتان[۳۴] درست اندیشہ! تم ہرگز بیشۂ تفکّر و تشتّت میں سرگرداں نہ ہو اور تیشۂ رنج و ملال سے سینۂ غم گینہ اپنے کو نہ چھیلو۔ حق تعالیٰ جلّ شانہٗ نے کہ گرہ کشائی ہر عقدۂ مشکل کی نہاں خانۂ تقدیر اس کی میں موجود (۳۵) اور بست و کشاد ہر امر کی حکم اس کے پر موقوف ہے، واسطے کھولنے قفل ہر غم کے کلید شادی کی پیدا کری ہے اور عقب ہر ماتم کے مبارک بادی بنائی، چناں چہ ظاہر ہے کہ اگر غنچہ ناسازیِ زمانہ سے چندے درگروِ انقباض رہتا ہے موسم بہار میں رونق شگفتگی کی پاکر طراوت دہ نظارگیوں کا ہوتا ہے اور صدف اگر مصائب انتظار کے سینۂ دریا میں اٹھاتا ہے، ترشحِ ابرِ نیساں سے دامن اپنا مالا مال لآلیِ شاہوار (۶۸ الف) کا پاتا ہے، پس (بیت):

مشکلے نیست کہ آساں نشود　　　　مرد باید کی ہراساں نشود

"اب واسطے اندفاع و ازالہ ان بلاؤں کے ایک تدبیر دل پذیر خیال ناقص میرے میں گزری ہے۔ اگرچہ ظاہر کرنا اس کا مناسب نہیں مگر بپاس خاطر تمھارے اظہار کرتا ہوں کہ تم بہت سے سنگ و خشت اپنے بام فلک احتشام پر فراہم کرو اور شب کو دروازے گھروں کے مسدود کر کے بیدار رہو۔ جس وقت وے بلیات مظہر آفات تمھارے دروازے پر برہنہ تن آکر آواز دیں اور واسطے کشائش دروازے کے التجا کریں بے تامّل و تساہل سنگ زنی کرو اور کچھ کلام غرض انضمام ان کا نہ سنو۔ انشاء اللہ تعالیٰ، استعمال اس عمل سے وے بلا گریختہ ہوں گی اور تم اور تمھارے شوہر حفظ و

امان میں رہیں گے اور دزد بھی بخیر و خوبی (۶۸ ب) گرفتار آوے گا اور دربار شاہی سے بہت منصب و انعام تمھارے شوہروں کو ملے گا۔"

جب خواتینِ بے وقوف نے یہ حکمتِ پُر فطرت زبانِ نجومی مکار سے گوش کری بعنایت مشکور منّت و احسان کی ہوئیں اور چار اشرفی انعام دے کر کہنے لگیں کہ "اے محرمِ اسرارِ فلکیہ! اگر قول تمھارا صدق و درست ہوا اور ہمارے خاوند بلیّات سے بچ کر سارق نکوہندہ(۳۶) خوارق کو گرفتار کرلائے تو اس قدر زر و گوہر نذر تمھاری کریں گے کہ حرص و آز سے بے نیاز ہو گے اور پھر لب سوال کا روبروئے کسو کے نہ کھولو گے۔"

یہ کہہ کر اس افسوں گر کو رخصت کیا اور جس قدر سنگ و خشت وغیرہ دستیاب ہوئے جمع کرکے بالائے بام مستعد زد و ضرب بلیات کے بیٹھیں اور اسی طرح مردم محلے کے حال (۶۹ الف) آئے بلاؤں کا سن کر اپنے اپنے مکان پر آمادہ زدو ضرب کے ہوئے۔

جس وقت خاتونِ شب نے ذخیرہ انجم کا اوپر بام فلک کے فراہم کیا اور شخص روزگار کی آنکھوں میں صدمات تاریکی اس کی سے اندھیرے چھا گئے دے چاروں امیر درختِ سبز بخت سے اتر کر آدھی رات پُر ظلمات میں برہنہ تن عریاں بدن داخل شہر کے ہوئے اور اپنے دروازوں پر آکر واسطے استفتاحِ ابواب کے آواز دینے لگے۔ مردم خانہ و اشخاصِ محلہ کہ بموجب تلقین و ترغیب برہمن کے واسطے زجرو تنبیہ ان کی کے تیار بیٹھے تھے' مجرد سننے آواز کے ان مبتلائے مصائب کو بلا سمجھ کر بلاتاخیر سنگ وخشت مارنے لگے اور مراتب زد و ضرب کے قرار واقعی بجالائے۔

امرائے ستم دیدہ آفت کشیدہ یہ ماجرائے غم (۶۹ ب) افزا دیکھ کر بعنایت حیران

ہوئے اور لاچاری سے قسمیں کھا کھا کر کہنے لگے کہ "ہم تمہارے شوہر ہیں اور انقلاب زمانہ سے برہنہ تن و پاپیادہ آئے ہیں۔ بے گناہ و بے تقصیر عقوبت(۱۲۷) تعزیر کا کیا موجب ہے اور ہمارے حالِ پُر اختلال پر رحم نہ لانے کا کون باعث؟" لیکن کوئی شنوائی کلام ان کے کا نہ تھا اور باتیں نجوی کی راست جان کر بہت بہت بجا آوری خدمات کی کرتے تھے۔

اس وقت وے غریب و بے چارہ آپس میں کہنے لگے کہ "اگر اس مقام سے بھاگتے ہیں تو مردم شہر(۱۲۸) وزدِ فتنہ گر جان کر گرفتار کریں گے اور برہنہ و عریاں دربار بادشاہ میں لے جائیں گے۔ اول برہنگی سے رسوائی و فضیحتی عوام الناس میں ہوگی اور پھر بباعث عدم گرفتاری وزد کے دار پر مقام ہوگا۔ اس سے بہتر ہے کہ یہیں(۱۲۹) کوچۂ جاناں میں (۷۰ الف) جان دیں اور رضائے(۱۳۰) ایزدی پر شکیبا ہوں۔" لاچار بدیں خیال صعوبت اشتمال آماج خدنگِ بلا کے تھے اور طالعِ واژگوں و بختِ بدشگوں سے جنگ کرکے کہتے تھے (سودا):

"اس زندگی سے موت ہو یا دل کو تاب ہو
قسمت میں جو لکھا ہے الہٰی شتاب ہو
اس کشمکش کی دام سے(۱۳۱) کیا کام تھا ہمیں
اے الفتِ چمن ترا خانہ خراب ہو"

جب ایک پہر کامل بارشِ سنگ و خشت میں منقضی ہوا اور مراتب زد و ضرب کے حد سے گزرے وے چاروں مصیبت زدہ شدت ضربات سے بے ہوش ہو گئے اور مردہ صفت زمین پر پڑے۔ بمجرد طریان بے ہوشی ان اعضاء شکستوں کے صدائے مبارک بادی کی زبان اہل محلہ سے برآمد ہوئی اور نغمہ تحسین و آفرین (۷۰ ب) کا

بہ چرخ ہفتمیں پہنچا۔ کوئی ظہور اس فتح نمایاں سے سجدہ شکر الہٰی کا بجالاتا تھا اور کوئی نہایت بشاشت سے یہ مصرع برجستہ (مصرع):

رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت

حسب حال اس وقت کے پڑھتا۔ جب اس طرح سے حالت شادی و مبارک بادی میں عرصہ دو تین ساعت کا گزرا اور دل ہر ایک کا خوف بلاؤں سے مطمئن ہوا سب مردم خانہ و محلہ جمع ہو کر واسطے مشاہدہ صورت ان بلاؤں کے کہ بے حس و حرکت پڑیں تھی (کذا) گئے اور روشنی مشعل سے منہ ان کا دیکھنے لگے۔

دیکھتے کیا ہیں کہ وے چار بلا چاروں امیر صاحب توقیر ہیں اور زخم ہائے کاری سے تمام جسم ان کا گلناری ہے۔ فی الفور سر اپنا پیٹ کر رونے لگے اور لحظے میں شادی کو ساتھ غم کے مبدل کر کے اس قدر بازار گریہ (۷۱ الف) و زاری و نالہ و بے قراری کا گرم کیا کہ دود آہ کا فلک تک پہنچا اور آواز نوحے کی شش جہت عالم میں چھا گئی۔ لاعلاج ان کے تئیں اٹھا کر مکان میں لائے اور کردہ اپنے پر نہایت نادم و پشیمان ہوئے۔

ہنوز وے چاروں مجروح ہوش میں نہ آئے تھے کہ صبح صادق نے گوشۂ مشرق سے منہ دکھلایا اور بادشاہ جہان نے بعد ادائے وظیفہ و نماز کے دربار میں آ کے امراء کو طلب فرمایا۔ جو اسپس خسیس بنور حکم قضا توام کے محلہ امراء میں وارد ہوئے اور آ کر دیکھا کہ کوچۂ رشک بہار میں کہ مصفا تر دل صاحب دلاں سے رہتا تھا اس قدر انبار خشت و سنگ کا ہو رہا ہے کہ گویا کسو نے ایک کوچہ کوہستان سے لا ڈالا ہے اور یا کوئی کاخ بلند (۷۱ ب) زمین پر گرا(۳۲) اور زمین کوچے کی خون سے ایسی رونق پذیر ہے کہ گویا تختہ لالے(۳۳) کا کھل رہا ہے اور یا سطح غبراء پر شفق فلکی پھولا۔ جس وقت ہزار دقت سے وہ راہ دشوار کاٹ کر مکان امراء میں گئے حال ان کا نہایت پریشان و خراب

دیکھا اور ماجرائے شبینہ سن کر بغایت متعجب و حیران ہوئے۔ چوں کہ امر سلطان والا شان کا واسطے احضار امراء کے بتاکید بلیغ تھا اور عدول اس کا کسی نوع سے نہ ہو سکے تھا لاجرم پلنگ ان کے اٹھا کر دربار میں لے گئے اور پیش سریر عرش نظیر بادشاہ دوراں کے رکھ دیے۔

تشریف بردنِ بادشاہ جہتِ گرفتاریِ سارقِ چالاک و سائیدنِ غلہ از فریبِ او بعد دادنِ اسپ و پوشاک و ملازمت کردنِ وزد از بادشاہِ دل ریش و مقرر کردنش اورا بعہدۂ وزارتِ خویش

(۷۲ الف) جس وقت(۱۳۴) مقامران قضا و قدر کے چاہیں کہ زیر نطع زرنگار سپہر کے پیادۂ بے وقر کے تئیں اوپر درجۂ وزارت کے پہنچادیں رخ توجہ اپنی کا اوپر حال اس بدچال کے مبذول کرکے بساط ایسے منصوبے کی پیچ قمار خانۂ زمانہ کے ممہد کریں کہ وہ شخص فرزیں بند فریب سے شاہنشہ گیتی کو رخ(۱۳۵) دے کر گھوڑا خوش رفتار اس کا دست برد کرے اور علامات پیش روی و خرد وری اپنی کی کل اس کے میں مضمر و قائم کرکے کفیل مہماتِ مالی و ملکی کا ہو۔

اس جگہ شاہدِ عادل و گواہِ کامل اس تقریر دل پذیر کا حال فرخندگی مآل سارق دانش مشارق کا ہے کہ جب سلطان عظیم الشان نے ملاحظہ حال امرائے شکستہ حال کا کیا اور تدابیر صائبہ سے ان مضروبین آفت رسیدہ (۷۲ ب) گریباں دریدہ کو ہوش میں لا کر ہمگی سرگذشت جاں گداز و ماہیت غم انباز پر آگہی پائی نہایت متعجب ہوا اور دانائی وزد کو سراہ کر فرمانے لگا کہ "ایسے سارق مردانہ و دلاور سے کس طرح عہدہ برا ہو جیے

اور کس طور و طریق سے گرفتار کیجئے؟ کس واسطے کہ جو شخص جہت گرفتاری اس کی کے تعین ہوتا ہے وہ جسارت منش مجموعۂ دانش اس ترکیب سے پیش آتا ہے کہ وہ بے چارہ جان سے عاجز ہو اور زندگی کو ناگوار(۳۶) جانے۔ اب بجز اس کے کوئی تدبیر و علاج نہیں کہ آج کی رات بلبدولت ہمت والا نہمت اپنی بگرفتاری وزد بدطینت کے متوجہ و مائل کریں اور وسعت نیت سے مراتب سعی و تلاش کے بجالاویں۔ اغلب کہ وہ گستاخ بداطوار گرفتار ہو اور صورت (۳۷ الف) مراد کی نظر آوے۔"

بعد تصمیم اس عزم عظیم کے ان امرائے مبتلائے بلا کو رخصت فرمایا اور خون ان کا معاف کیا۔

وزد ہوشیار سلیقہ شعار کہ محفل خلد مشاکل میں حاضر تھا یہ باتیں گوش کر کے بعد برخاست دربار کے اپنے مکان پر آیا اور بتصور اس کے کہ بادشاہ کو بھی چاشنی ندامت سے مزہ چکھانا واجب و ضرور ہے' وقت شب کے لباس کیف زنانہ پہن کر اور ایک گدڑا کہنہ نہایت بوسیدہ کہ جس کی عفونت و بوئے زشت سے دماغ دوزخیوں کا بھی سڑ جاوے' اوڑھ کر بازار میں آیا اور ایک دکان شکستہ میں آسیائے سنگ اور قدرے غلّہ لاکر مصروف غلّہ سائی کا ہوا۔

جب نصف شب گزری اور مردم شہر کے خواب میں گئے خدیو روزگار اسپ تیز رفتار پر سوار (۳۷ ب) ہو کر تن تنہا واسطے تلاش وزد کے قلعہ مبارک سے برآمد ہوئے اور قریب اس دکان کے سے کہ جس میں وہ وزد غلہ سائی کرتا تھا گزر کر آگے کو تشریف لے گئے۔ اول تمام بازار میں تفتیش وزد کی قرارواقعی کری اور جان فشانی بے شمار ظہور میں لائے اور پھر ہر ایک کوچہ و منفذ میں مراتب تفحص کے ادا کئے اور خراب و پریشان شب تار میں پھرے۔ لیکن کچھ سراغ سارق کا پیدار نہ ہوا اور کہیں

نشان وزد کا نہ ملا۔

اس وقت حیرانی و سرگردانی سے نہایت غمگین ہوئے اور عدم دستیابی سے بغایت تخجل و شرگیں۔ کبھی بتوقع گرفتاری سارق کی دلِ بے قرار کو تسلی دیتے تھے اور کبھی عالم یاس میں خون جگر کھا کر یہ شعر پڑھتے (شعر):

"نہ وعدہ اس کے آنے کا نہ کچھ امید طالع سے
(۴۷ الف) دلِ بے تاب کو کس منہ سے کہیے ٹک تحمل کر"

لاچار اسی حالتِ اضطرار میں بسوئے بازار معاودت کری اور چہار طرف راہ میں دیکھتے چلے کہ شاید چور منہ زور سے کچھ نشان ملے اور دروازہ مراد کا رخ تمنا پر کھلے۔ جب قریب اس دکان کے پہنچے مشاہدہ کیا کہ ایک عورت ضعیف و منحنی دکان شکستہ میں آسیا گردانی کرتی ہے اور گُدڑہ کہنہ سرپر رکھتی ہے۔ شہریار کام گار نے متصل اس کے جا کر بہ راہِ ترحم فرمایا "اے بیوہ زن! گرفتارِ محن' تو کمال مفلس و غریب دکھتی ہے کہ تمام شب بجز غلہ سائی کے شغل دیگر نہیں رکھتی اور اوقات اپنی اسی کارِ سراسر رنج و آزار میں بسر کرتی ہے۔ پیشتر کہ حضور والا اس راہ سے تشریف لے گئے تھے تجھ کو مصروف غلہ سائی (۴۷ ب) کے دیکھا تھا اور اب کہ معاودت کری پھر آسیا گردانی میں مشغول پایا۔ حیف ہے کہ بادصف اس قدر جود و سخاوت ہماری کے کہ مانند حاتم کے اکناف عالم میں مشتہر ہے اور ہر ایک(۳۷) متنفس بدولت ہماری مال و زر سے بہرہ ور' ، تو عورت بیوہ اس قدر تکلیف و تصدیع سے اوقات بسری کرے اور لب سوال کا حضور پرنور میں نہ کھولے۔"

وزدِ مکار کہ واسطے فریب دینے بادشاہ کے بلباس زنانہ(۳۸) بیٹھا تھا گریہ و زاری کرکے بولا کہ "حضرت جہاں پناہ! یہ عاجزہ مفلسہ عورت بیوہ و لاوارث اور کوئی

اور(۳۹) خویش و اقربا سے معاون و غم خوار نہیں رکھتی کہ ایسے وقت سخت میں خبرگیراں نان و نفقہ کا ہو اور عالم پیری میں دست گیری کرے۔ لاچار غلہ سائی کر کے دوچار (۷۵ الف) پیسے بہم پہنچاتی ہوں اور اسی میں انجاح حوائج اپنے کا کرتی ہوں۔ اگرچہ ظاہر و باہر ہے کہ جود و بخشش آپ کی سے بقول اس بیت کے (بیت):

نگردید محروم زیں بارگاہ چہ روئے سفید و چہ بختِ سیاہ

کوئی محتاج ناامید نہیں ہوا اور جس کسونے کہ روئے نیاز کا بطرف درگاہ اعلیٰ کے کیا حرص و آز سے بے نیاز ہوگیا لیکن یہ عاجزہ بلحاظ اس کے کہ شاید دربار خورشید وقار میں بار اس ذرۂ بے مقدار کا نہ ہو اور نگاہ بادشاہ سلیماں جاہ کی اس مورچۂ ضعیف و روسیاہ پر میل نہ کرے احضارِ حضورِ پُرنور و کھولنے کف سوال کے سے معذور رہی اور بخیال اس کے (بیت):

ہر کہ نان از عملِ خویش خورد منتِ حاتمِ طائی نہ برد

ان دوچار پیسوں کو کہ بہ محنت شبانہ روز پیدا کرتی ہوں (۷۵ ب) حلال طیب جان کر بے منّت و احسان کھاتی ہوں۔ اب حضور والا فرماویں کہ ایسی شبِ تار ناہنجار میں بضرورت کس کار کے شہر میں پھرتے ہیں اور واسطے حل کون سے عقدۂ مشکل و معمآئے لاینحل کے تصدیعہ اٹھاتے ہیں؟"

بادشاہ خلایق پناہ نے بجواب فرمایا کہ "تو نے اب تک یہ ماجرا گوش نہیں کیا کہ اس شہر میں ایک شب رو بدخو نے چالاکی اپنی سے وزیر صائب تدبیر کو مار کر زیور و جواہرات کثیر محل خاص سے چرایا اور کوتوال کو مسلسل و روسیاہ اور امراء کو معتوب و تباہ کیا ہے۔ اب لاچار ہو کر بدولت مصلحت عودت نے واسطے ماخوذی اس موذی کے قدم رنجہ فرمایا اور سمندِ ہمت کو بیچ مضمار تلاش کے (۷۶ الف) جولان دیا لیکن محرومیِ

طالع و شوی بخت سے اب تک کچھ نشان اس بے نشان کا نہیں ملا اور عقا صفت چشم دوچار نہیں ہوا۔ تو کہ تمام رات اس جائے گزرگاہ پر بیدار رہتی ہے اور آمدورفت ہریک تنفس سے خبردار' اگر تو نے اس ملعون نمونۂ شیطان کو ملاحظہ کیا ہو بے اندیشہ بیان کر اور کسی نوع کا خطرہ دل میں نہ لا۔ و درصورت دستیابی وزد بدخصال کے دولت و مال سے نہال کروں گا اور ملیحتاج دنیوی سے فارغ البال۔"

وزد کیاد نے کہ بلباس عورت متمثّل تھا کہا کہ "صدحیف آپ پیشتر سے تشریف نہ لائے اور اس عاجزہ کو خبر نہ کری۔ اب ایک ساعت نہیں گزری کہ وہ تبہ کار میرے پاس سے حقہ پیتا ہوا واسطے وزدی کے گیا ہے (۷۷ ب) اور ہر شب میرے پاس آتا ہے۔ اگر روز اول میرے تئیں دریافت ہوتا فی الفور کسو[۳۱] بہانے سے اس حیلہ گر گیدی کو گرفتاری کراتی اور جو گستاخی و بے ادبی کہ اس شوخ ستم گار نے خدمت کوتوال و امراء میں کریں ہرگز ہیچ ظہور کے نہ آتیں۔ لیکن اب وہی مثل ہے: "مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید برکلۂ خود باید زد" اور سوائے اس کے (شعر) :

مقدّر است قضا گر ہزار سعی کنی
بہیچ وجہ مغیّر نمی شود تقدیر

خیر، آں چہ گذشت گذشت۔ اب تک بھی کچھ نہیں بگڑا اور کسی نوع کا رخنہ بنیانِ مطالب میں نہیں پڑا' کس واسطے کہ وہ وزد مکار بعد دوسہ ساعت کے چوری کرکے مع مالِ مسروقہ مراجعت کرے گا اور اس مقام پر حُقّہ کشی کرکے راہی اپنے مکان کا ہوگا۔ اگر خداوند نعمت بنظر (۷۷ الف) مطلب برآری غریب خانے پر تشریف رکھیں ،سہولت گرفتاری سارق کی نصیب اولیائے دولت قاہرہ کی ہو اور کچھ مشقت و تصدیع حالِ میمنت اشتمال کی نہ ہو۔ لیکن تامل اس بات کا قیدؐ خیال میں گزرتا ہے کہ اگر

چو رُپُرشر و شور خود بدولت کو بہ نفسِ نفیس وارد اس مقام کا دیکھے گا تو طائر صفت پرواز کر جائے گا اور پھر کبھو اس جگہ پر نہ آوے گا۔ اس واسطے مناسب یہ ہے کہ اول انتظام اس امر کا فرمائیے اور پس ازاں مصروف گرفتاری وزد کی ہوجیئے۔"

بادشاہِ ذی جاہ نے یہ سخن اس پُرفن کا سن کر رائے اس کی قرین صواب دیکھی اور مشکور احسان کا ہو کر فرمایا کہ "اے مادر مہربان! اگر تم نے راہ(۳۲) شفقت و مہربانی سے نشان وہی وزد کی کری ہے تو کرم و عنایت سے گرفتاری اس کی (۷۷ ب) بھی ذمے اپنے پر لازم جان کر کچھ تدبیر مناسب تجویز کرو اور مصلحت بابت کو بمقتضائے وقت کے شائستہ و الیق ہو ہمارے تیئں بتاؤ کہ وسیلۂ جمیلہ اس کے سے وزد بداطوار کو گرفتار کروں اور ممنون منت آپ کا ہوں۔"

اس عیار مکار نے یہ بات سن کر قدرے تأمل کیا اور درجواب بادشاہ کے کہا کہ "اگرچہ ایک تجویز مستحسن خیال ناقص میرے میں گزری ہے لیکن ظاہر میں منافی شان شاہی کی ہے اور حقیقت میں واسطے رفاہ(۳۳) ودیعات الٰہی کی۔ اگر جاں بخشی اس ناتواں کی ہو اور غبار رنجش کا دل صفا منزل پر نہ بیٹھے(۳۴) وہ تدبیر بے نظیر گذارش کرے، اور نہیں تو خاموش رہے۔"

بادشاہ والا جاہ نے حکم دیا "تقصیر تمھاری معاف کری۔ جو کچھ کہ تجویز کیا ہے بے اندیشہ و وسواس بیان (۷۸ الف) کرو اور ہرگز ہراساں نہ ہو۔" سارق نے دولت قدم بوسی حاصل کرکے گزارش و التماس کیا کہ "قیاس ناقص اساس میرے میں ایسا مناسب ہے کہ واسطے حصول مطلب کے خود بدولت دو تین ساعت لباس اپنا اتار کر اور گدڑا میرا اوڑھ کر مصروف غلہ سائی کے ہوں اور یہ عاجزہ اسباب و اسپ حضور کا لے کر دوسری دکان میں پنہاں رہے۔ جس وقت کہ وزد بے تمیز آپ کو بیوہ زن سمجھ کر

قریب آسیا کے مصروف حقہ کشی کا ہو جناب عالی اس کو گرفتار کریں اور میرے تئیں آواز دیں۔ فی الفور پوشاکِ خاص و اسپ آپ کا خدمت میں حاضر کروں گی اور پھر اپنا گدڑا اوڑھ کر آسیا گردانی میں مصروف ہوں گی۔ اگر یہ صلاح پسند خاطر ہمایوں (۸۷ ب) کی ہو بہتر، والا جو کچھ کہ رائے صواب نما اقتضا فرماوے الیق و اولی ہے۔"

بادشاہ والا دستگاہ نے فرمایا کہ "اگرچہ تجویز تمھاری موافق مصلحت وقت کے ہے اور ارشاد فیض بنیاد سے ہم کو عدول نہیں لیکن شان شاہنشاہی تقاضا نہیں کرتی کہ مرتکب اس امر نالائق کے ہو ہیے اور رسوائی زبانِ خلایق اٹھایئے۔ اگر کوئی اور تدبیر مناسب متصور ہو مضائقہ نہیں۔ مطابق اس کے عمل میں آوے اور ہرگز انحراف نہ کیا جاوے۔"

جب اُس باشعور پُرفتور نے یہ حرف سنا متجملہ التماس کیا کہ "حضرت عالم پناہ آفرینندۂ دوجہاں و کردگار دوراں نے بادشاہانِ عظیم الشان کو واسطے رفاہ کافہ انام و صیانت جمہور خلایق کے جمیع نوع بشر میں ممتاز کیا ہے اور زمام (۷۹ الف) حراست و حفاظت ہر خاص و عام کی ،بقبضۂ اقتدار اس گروہِ قدسی شکوہ کے چھوڑی ہے۔ اگر بنابر انصرام ایسے کارِ مشکل کی کہ جس میں سراسر آسائش رعایا اور ناموری حضور معلی کی اظہر ہے، یہ بات نالائم کہ بحسب ظاہر شایان شان سلاطین ذوی الاحترام کے نہیں ہے، خودبدولت سے ،بمنصۂ وقوع آوے تو کچھ قباحت نہیں۔ اور اصلا جائے طعنہ زنی خلایق کی نہ ہوگی؛ کس واسطے کہ یہ تمام سعی(۳۵) کوشش آپ کی محض بنابر آرام گروہ انام کی ہے اور گیتی ستانان ماضیہ نے بھی دے وے کام(۳۶) کہ درخور شان ان کی کے نہ تھے واسطے آسودگی خلایق کے کیے ہیں۔ پس اس میں کچھ قباحت نہیں اور سوائے اس کے اس جگہ پر سوائے میرے کوئی اور متنفس موجود نہیں (۷۹ ب) کہ اندیشہ افشائے

اس راز کا ہو۔ میری دانست میں یہ ترکیب مناسب ہے۔ آیندہ (مصرع):

جو مرضی مبارک ہو سو کیجیے"

چوں کہ خاطرِ فیض مظاہرِ سلطانِ داد گر میں گرفتاری وزد کی باقصیٰ غایت مکنون تھی اور کوئی تدبیر دیگر سوائے تبدیلِ لباس کے خیال میں نہ گزری، لاچار بقول اس مثل کے کہ "کسو شخص نے اپنی غرض میں گدھے کو باپ بنایا تھا" پوشاک و اسپ اپنا حوالے پیرزن کے کرکے ملبوس اس منحوس کا اپنے بدن پر پہنا اور بجائے اس کے بیٹھ کر بامید گرفتاری سارق آٹا پیسنے لگے۔

وزد عیار پوشاک واسپ بادشاہ کا لے کر اس دکان سے برآمد ہوا اور ملبوس بادشاہ کا پہن کر بسواری اسپ خاصہ طرف قلعۂ مبارک کے چلا۔ جس وقت (۸۰ الف) کہ دیوانِ خاص میں پہنچا بالسنۂ چاؤشانِ زبان داں کے ہر ایک امیر و وزیر و ارکانِ سلطنت ابد مدت کو حکم بھیجا کہ "اس وقت نشان وزد فتّان کا حضور لامع النور کو دریافت ہوا ہے اور واسطے گرفتاری اس کی کے بجناحِ استعجال سوار ہوتے ہیں۔ لازم کہ بزودی ہرچہ تمام تر اپنے تئیں رکابِ حضورِ معلّیٰ میں حاضر کرو اور بسرعت و عجلت قدم بوس ہو۔"

مجرد پہنچنے اس حکم قضا شیم کے سب امیر و وزیر و سرداران افواج مسلح و مستعد حضور میں حاضر ہوئے اور مراسم تسلیم[۴۷] عتبہ سپہر تکریم کے بجالائے۔ وزد وانا فیل کوہ تمثال پر کہ ہودج و عماری سنہری سے آراستہ تھا سوار ہو کر (میرحسن):

دکھاتا ہوا حشمت و عزّو شان

(۸۰ ب) لئے اپنے سب ساتھ نوبت نشان

سوار اور پیادہ ، صغیر و کبیر
جلو میں تمامی امیر و وزیر

بہ شوکت و ابہت تمام روانہ بازار کا ہوا اور بموجب رویہ سواری سلاطین بلند مقدار کے آہستہ آہستہ چلا۔ چوں کہ شب تار تھی اور شناخت صورت آدم کی اندھیرے میں دشوار، بسبب ظلمت رات کی کسو نے نہ پہچانا کہ یہ شخص بادشاہ ہے یا دزد والا دستگاہ۔

اتفاقاً ایک امیر مشیر سلطان عرش سریر کا کہ مکان اس کا اس شہر وسیع میں بطرف بازار کے قلعۂ مبارک سے بفاصلہ دور و دراز تھا بسبب بُعد مسافت کے تاہنگام سواری حاضر نہ ہو سکا تھا اور فیل اپنے پر سوار ہو کر مانند ماہ کے سریع السیر (۸۱ الف) قلعۂ مبارک کو آتا تھا۔ جس وقت قریب اس دکان کے کہ جہاں بادشاہ جہاں بحالت تباہی غلہ سائی میں مصروف تھے پہنچا تاثیر صبح نے رخ نورانی اپنا اہل عالم کو دکھایا اور چہرہ انسان کا بخوبی نظر آنے لگا۔ ناگاہ نظر امیر کی طرف اس دکان کے پڑی اور خدیو گیہان کو دیکھا کہ ایک گدڑہ کہنہ و کیسہ[۱۳۸] اوڑھے ہوئے آسیا گردانی کرتے ہیں اور پڑھنے اس رباعی کے سے دل مضطر کو تسکین دیتے ہیں (رباعی):

اے دل بہوس برسر کارے نرسی تاغم نخوری بہ غم گسارے نرسی
چوں شانہ بزیر ارہ تا سر نہ نہی ہرگز بسر زلف نگارے نرسی

فی الحال بادشاہ عالی جاہ کو پہچان کر ہاتھی سے اترا اور قدم بوس ہو کر سبب اس پریشان حالی کا پوچھنے لگا۔ بادشاہ (۸۱ ب) نے نہایت شرمندہ اور پُر خجل ہو کر کہا کہ "آج کی رات ہم واسطے تلاش سارق بدمعاش کے قلعۂ مبارک سے برآمد ہوئے تھے اور تمام شہر میں حراب" و پریشان پھرے۔ قضارا اس دکان میں وہ مکار بصورت پیرزن کے دوچار ہوا اور حیلہ ہائے سترگ و فریب[۱۳۹] بزرگ سے گھوڑا جوڑا ہمارا لے جا کر یہ خلعت

فاخرہ و منصب عالی دے گیا۔ سچ ہے کہ قسمت کا لکھا کسو سے نہیں مٹتا۔"

جب امیر صائب تدبیر نے اس ماجرائے حیرت افزا پر وقوف پایا فی الفور ملبوس اپنا کہ حسب دستور امیروں کے کوتل ہمراہ تھا حاضر کیا اور بعد تبدیل پوشاک کے حضرت خداوند نعمت کو اپنے فیل کوہ آسا پر سوار کرکے آپ خواصی میں بیٹھا اور روانہ قلعۂ مبارک (۸۲ الف) کا ہوا۔

ہر گاہ قدرے راہ طے کیا سواری وزد کی مقابل فیل بادشاہ کہ آ پہنچی اور وزد و بادشاہ باہم چشم دوچار ہوئے۔ وزد ارسطو منش فی الفور بسرعت سریع تر فیل سے اتر کر بآئین بندگان جاں نثار کے مراتب عبودیت کے بجا لایا اور دست بستہ بزبان شائستہ عرض کرنے لگا کہ "حضرت قبلۂ عالم' فریدوں حشم' یہ عاصی پُر معاصی گنہگار بدکردار وہی وزدِ زشت اطوار ہے کہ جس نے محلِ خاص میں وزدی کرکے کوتوال و امراء کو رسوا و خوار کیا اور جس کی تلاش میں حضور والا نے رونق افضائے دکان کے ہو کر اس قدر تصدیعہ اٹھایا۔ اب یہ ملبوس و گھوڑا جناب عالی کا کہ واسطے حفاظت کے تفویض ہوا تھا حاضر ہے اور چور منہ زور بھی دراستملان سے بیچ درگاہ خطا بخش (۸۲ ب) عذر پذیر کے رجوع لایا۔ خداوند نعمت سکندر شوکت نوشیرواں خصلت کو بموجب مضمون اس مصرع کے (مصرع):

یا بکش یا دانہ دہ یا از قفس آزاد کن

اختیار حاصل ہے۔ خواہ بموجب قوانین عدالت کے تعزیر شدید تجویز اس گستاخ کے تجویز فرماویں(۱۵۰) خواہ بموجب ارشاد شب اول کے کہ محلِ خاص میں حکایت وزد کی سن کر زبان مبارک سے فرمایا تھا' عمل میں لاویں' خواہ بہ کیفرکردار ذمیمہ کے دار سے سرافرازی بخشیں(۱۵۱)۔"

بادشاہ معدلت دستگاہ اول بہ سبب اس کے کہ وہ دزد دانا گستاخی ہائے چند ظہور میں لایا تھا اور بندگان بادشاہی سے بہ بے ادبی پیش آیا تھا خیلے آزردہ خاطر ہوے اور چیں بہ جبیں ہو کر نظر قہرآلود سے طرف اس کے دیکھا۔ آخرش کہ اس کے تئیں دانش و خرد میں فرید زمان و وحید دوراں پایا اور سخن شب اول کا یاد آیا' متبسم ہو کر ارشاد کیا کہ "اے دزد طرار و اے (۸۳ الف) مرد ہوشیار' مرحبا صد مرحبا تیری فراست و دانائی پر کہ آج تک ہم نے کوئی ایسا خرد مند بدیدۂ خوردہ بین نہیں دیکھا اور ایسا ہنرور گوش ہوش نہیں سنا۔ اگرچہ زمان سلف میں ارسطو و سقراط اور افلاطون و بقراط فہم و فراست و عقل و کیاست میں یکتائے دہر و علامۂ عصر ہوے ہیں لیکن اگر بچشم غور دیکھیے تو وے مانند ذرّے کے تھے اور تو مثل خورشید کے ہے۔ تو دریائے ہنر کا رخشاں گوہر ہے اور وے مانند خرمہرے کے بے قدر۔ تو عالم خردوری میں ابتسام صبح اقبال روز روشن ہے اور وے ظہور شام ندامت سے شب سیہ تن۔ اگرچہ بنظر بے ادبی و گستاخی کے تو لائق تعزیر شدید کے تھا اور استحقاق جاں بخشی کا نہ رکھتا تھا لیکن تو نے کہ خاطر اقدس ہماری دکھلانے عقل مندی اپنی کے سے نہایت محظوظ (۸۳ ب) کری اور فنون اپنے صفحۂ دل پر منقوش کر دیے ، ازراہ تفضلات و کرم خون تیرے سے گزر کر عہدہ وزارت کا بخشا اور مدار المہام امور جزو کل کا کیا۔ اب ظہور اس عنایت سترگ شاہی سے شکر الٰہی ادا کر اور عہدے اپنے پر مامور ہو۔"

الحاصل بعد انجام اس کلام کے حضرت سکندر شوکت نے اس دانائے دہر کو بیچ خواصی اپنی کے بٹھایا اور حشمت و جاہ سے داخل قلعۂ مبارک کے ہو کر خلعت نادرہ (۱۵۲) پارچے کا با(۱۵۳) مالائے مروارید و شمشیر مرصع واسپ خاصہ بہ زین زریں و قلمدان رنگیں عنایت فرمایا اور مخاطب بہ اشرف الوزراء و فرزند کامگار کر کے سب*

انتظام امور مالی و ملکی کا اوپر رائے صواب نمائے اس کی کے چھوڑا (مولوی جامی):

بصدر عزت و شوکت نشاندش   بعد تمکیں مشیر خویش خواندش

(۸۴ الف)

سپہ را بندۂ فرمانِ او کرد   زمیں را عرصۂ میدانِ او کرد

وزد دانش مند نے حاصل ہونے اس عطیۂ کبریٰ و نعمتِ عظمیٰ کے سے سجدہ شکر منعم بے ہمال کا بجالا کر بروش فدویانِ عبودیت گزین نذر شکرانے کی پچ نظر کیمیا اثر سلطانِ دادگر کے گزرانی اور باتیل مرام مرخص ہو کر شوکتِ تمام سے مکانِ دل آرام پر آیا۔ وہ مایۂ حسن و ناز کہ مانند نرگس کے پچ شاہراہ انتظار آنے اس کی کے چشم باز رکھتی تھی باحرازِ دولتِ دیدار و دریافت اس ماجرائے مسرت طراز کے بغایت دلشاد ہوئی اور ہجوم سرورو نشاط سے پچ بدن کے نہ سمائی۔ یک بارگی غنچۂ خاطر کا نسیم مراد سے کھل گیا اور نہال خشک قالب نے تروتازگی پائی۔ فی الفور صدق نیت و خلوص اعتقاد سے حلقہ پرستاری وزد دانا کا پچ گلو کے (۸۴ ب) ڈالا اور متدعی انعقاد عقد نکاح کی ہوئی۔ جوان دانشور نے اس امر کو بعین نتیجہ مراوات و ماحصل فواید حیات کا جان کر پچ ساعتِ سعید و اوانِ حمید کے قاضیِ نافذ الاحکام جالسِ وسادۂ شرع عظام کو بلا کر ساتھ اس تمکنت و شوکت کے کہ درخور شان امرائے ذوی الاقتدار کے ہو اس یکتا گوہر درج زیبائی کو پچ سلک ازدواج و رشتہ امتزاج کے کھینچا اور کوس شادی و شادمانی کا بلند آوازہ کر کے عطائے زر و سیم سے محتاجان و مستحقاں کو بے نیاز کر دیا (ادریس):

حبذا التیامِ عشق و جمال   مرحبا ابتسامِ صبحِ وصال

خرّم آں دم کہ در ہمہ عالم   بیدلِ خستہ وا رہد از غم

حسن از شوق جلوہ ساز آید
یار دم ساز با نیاز آید

القصہ وہ مجمع دانش و کمال رات کو ساتھ اس (۸۵ الف) منبع حسن و جمال کے بے خوف رقیب داد عشرت کی دیتا اور دن کو بانتظام و انتساق امور مملکت کے مصروف رہتا۔ از بس کہ قوانین کشور کشائی و جہاں داری میں سرآمد روزگار تھا تدابیر صائبہ اس روشن رائے کی سے اس قدر قواعد سلطنت و جہاں بانی نے انتظام پایا کہ اصلاً رخنہ فتنہ و فساد کا بیچ جہان کے باقی نہ رہا اور سرکشان ہر دیار نے حلقہ اطاعت و فرماں برداری کا بیچ گردن جان کے ڈالا۔ اکثر ممالک کو بزور بازوئے دانش و ہمت اپنی کے مسخر و مفتوح کیا اور اکثر بلاد و امصار کو کہ تعدی حکام تظلم اساس سے ویران و برباد ہوئے تھے استمالت و دل داری سے آباد کر کے کشت زار دنیا سے دانہ نیک نامی کا چنا۔ سچ ہے (عزیز اللہ):

شاہ را (۸۵ ب) دستور چوں دانا بود — باغ عدل از رائے خود رنگیں کند
ہر وزیرے کش دل ہشیار نیست — دامن دولت غبار آگیں کند

خاتمۂ کتاب

مفاد کلی اس تمام گفتگو اور حاصل کلام اس افسانۂ دل جُو سے یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ جل شانہ نے اس دار ناپائیدار میں عقل و ہنر نہایت جوہر شریف و متاع گراں بہا پیدا کئے ہیں اور درستی ہر امر کی اوپر دستیاری و معاونت ان دو جوہر سترگ کے منحصر و موقوف رکھی ہے۔ یعنی جو کام کہ متعلق دنیا کے ہیں بے یاوری علم و خرد کے انصرام نہیں پاتے اور شناسائی مراتب بہبود عقبیٰ کی بھی بغیر ان کے ممکن نہیں۔ خیال کیجئے کہ

دزد بے وقر کی اوائلِ حال میں کیا حقیقت تھی اور آخر کار معاونتِ دانش و ہنرو رہبری طالع نیک سے اندک فرصت و کم ترین مدت میں کس مرتبۂ (۸۶ الف) بلند و منصبِ ارجمند پر فائز ہوا اور زندگانی اپنی بعیش و کامرانی گذران کر گوئے تفوق کی دانایانِ عصر اپنے سے لے گیا (عزیز اللہ):

حکمت و خرد آں را کہ دستگاہ بود
خلل پذیر نگردد بنائے انعاشش

کسے کہ سینۂ او جلوہ گاہِ دانش نیست
جہاں فروغ نگیرد ز نورِ اقبالش

پس اے دل تو بھی جس قدر کہ ممکن و دست رس ہو باستفادہ علم و ہنرو تہذیب اخلاق و خرد کی کوشش کر اور صحبتِ جاہلان سیہ باطن سے کنارہ جُو ہو کر پناہ بیچ سایۂ عاطفت صاحب ولان سراپا تمیز کے لے جا۔ کس واسطے کہ یُمن صحبتِ مقبولانِ بارگاہِ کبریائی کی سے طبیعت تیری طرف عبادت حضرتِ صمدیت کے رجوع لاوے اور تاریکی جہالت و ضلالت کی دیدۂ دل سے دور ہو جاوے (۸۶ ب)۔ پس ازاں طاعتِ واجب الاطاعت الٰہی کے تیئں سب چیز پر مقدم جان کر بعبادت خداوند ذوالجلال کے اشتغال کر اور یاد پروردگار سے لحظہ غافل و عاطل نہ ہو کہ زندگانی انسانِ ضعیف البنیان کی جاودانی نہیں اور یہ جہانِ سُست اساس بمصداق کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْت کے گزران وفانی ہے (مولف):

بحمد اللہ کہ ایں افسانہ زیبا ز کلکم شد فرح افزائے دلہا
بگو افسانہ رنگیں بوستان است بہ گیتی ایمن از جورِ خزان است

ہزاراں لالہ و نسرین و ریحاں　　دروز الفاظ و معنی کشت خنداں
ز رشکِ بوئے گلہائے شگفتہ　　شمیمِ مشک و عنبر رخ نہفتہ
بسُویش ہر کسے نظارگی تافت　　بسیرش خاطرِ او تازگی یافت
مقرّر ساختم بعد اختتامش　　ریاضِ دل ربا تاریخ و نامش
دویم(۸۷ الف) تاریخ آں باغِ مراد است　　نہالِ (۱۲۴۸) ذوق را ثمرہ الفواد است
(۱۲۴۸)

الٰہی تا کہ ایں دنیاست آباد
کلامم را قبولِ دل بہ بخشاد

نظمِ ہندی

جب ہوا انجام یہ افسانۂ رنگیں بیاں
تب ہوا میں ختم کی تاریخ میں رطب اللّساں
اوّلاً" لکھا ریاضِ دل ربا سالِ تمام
ثانیاً" تاریخ کی مرغوب (۱۲۴۸) لاریب و گماں
(۱۲۴۸)
تیری تاریخ ہجری کہہ کے میں باغِ مراد
پس ازاں اب سالِ عیسائی سے دیتا ہوں (۱۲۴۸) نشاں
جس گھڑی میں نے کیا تاریخ انگریزی کا فکر
اس گھڑی پیرِ خرد نے یہ کیا مجھ سے بیاں
نسخۂ ہوش و خرد سے دور کر آخر کا حرف
(۱۸۴۲)
بے گماں　　ہو جائے سالِ حضرتِ عیسیٰ عیاں

کتاب[۵۳] ہذا مسمّی۔ ریاضِ دل ربا تاریخ سیزدہم ماہ اپریل ۱۸۵۰ء بقلم بندہ——— بمقام رہتک صورت———

اللہ بس باقی ہوس

حواشی

۱۔ نب : بے غایات۔

۲۔ نب : ہے۔

۳۔ نب : نکہت۔

۴۔ نب : پوشیدہ۔

۵۔ دونوں نسخوں میں ہر جگہ "مصرع" کو "مصرعہ" لکھا ہے۔

۶۔ "گوہران تیز ہوش" زیادہ موزوں ہوتا مگر دونوں نسخوں میں یہی ہے۔

۷۔ نب : لعل۔

۸۔ نب : فشی۔

۹۔ نب : نکہت۔

۱۰۔ نب : آمود۔

۱۱۔ نب : "کی" لکھ کر قلم زد کر دیا ہے۔

۱۲۔ نب : "کے" لکھ کر قلم زد کر دیا ہے۔

۱۳۔ نب : یتیم۔

۱۴۔ نب : کی تھی۔

۱۵۔ نب : کے۔

۱۶۔ نب : "در" کے بجائے "بیچ۔"

۱۷۔ نب : "آں" کے بجائے "اس۔"

۱۸۔ نب : "نازنین کے۔"

۱۹۔ نب : "آں" کی بجائے "اس۔"

۲۰۔ نب : "مہر لقا کے۔"

۲۱۔ نب : "را" کے بجائے "کے تئیں۔"
۲۲۔ نب : مولفہ۔
۲۳۔ نب : مولفہ۔
۲۴۔ نب : مولفہ۔
۲۵۔ نب : غرضے کہ۔
۲۶۔ : دونوں نسخوں میں یہاں حاشیے پر "تلازمہ گنجفہ" لکھا ہے۔
۲۷۔ نب : پرکالہ آتش کا۔
۲۸۔ نب : ایک۔
۲۹۔ نب : دکھن۔
۳۰۔ نب : مہماں۔
۳۱۔ نب : "کے" لکھ کر قلم زد کر دیا۔
۳۲۔ : "اگر" نسخہ الف میں نہیں۔
۳۳۔ نب : خادم الاحباب۔
۳۴۔ لفظ "ابیات" نسخہ الف میں نہیں۔
۳۵۔ مب : "تعجب آمیزو۔"
۳۶۔ نب : پھوڑ۔
۳۷۔ نب : تن تنہا۔
۳۸۔ نب : بہ۔
۳۹۔ نب : شعر ادریس۔
۴۰۔ نب : عوض۔
۴۱۔ نب : شعر ما دوام۔
۴۲۔ نب میں حاشیے پر "تلازمہ شیرینی" درج ہے۔
۴۳۔ نب : راہ دور و دراز۔

۴۴۔ نب : اور۔
۴۵۔ نسخۂ الف میں حاشیے پر "تلازمہ طلوائی" درج ہے۔
۴۶۔ نب : آب و تاب۔
۴۷۔ نب : اور۔
۴۸۔ نب : تم۔
۴۹۔ نب : کرو۔
۵۰۔ نب : "یوں" لکھ کر قلم زد کر دیا ہے اور "یہ" لکھا ہے۔
۵۱۔ نب : رخسار۔
۵۲۔ نب : مولف۔
۵۳۔ : دونوں نسخوں میں "مخل" ہے۔
۵۴۔ نب : حکایت۔
۵۵۔ نب : ایک۔
۵۶۔ نب : اور (سہو کتابت معلوم ہوتا ہے)۔
۵۷۔ نب : یک دیگر۔
۵۸۔ نب : متکبر اور متجبّر۔
۵۹۔ نب : سرافراز۔
۶۰۔ : "حلل" کے بجائے "گھنا۔"
۶۱۔ نب : نادرہ کار۔
۶۲۔ : غالباً" مخمصہ مراد ہے۔
۶۳۔ نب : کاٹتے۔
۶۴۔ نب : خداوند نعمت۔
۶۵۔ نب : ودایع بدایع۔
۶۶۔ نب : "شعر" کے بجائے "مولف۔"

۶۷۔ نب : تیرہ و تار۔
۶۸۔ نب : "مزاحمت" کی بجائے "نفاق" ہے بلکہ "مزاحمت" لکھ کر کھرچ دیا گیا ہے۔
۶۹۔ نب : لایا۔
۷۰۔ نب : اقدام۔
۷۱۔ نب : شب گرد۔
۷۲۔ نب : "حلل" کے بجائے "زیور۔"
۷۳۔ دونوں نسخوں میں "جھلکے۔"
۷۴۔ دونوں نسخوں میں یہاں حاشیے پر "تلازمہ زیور" درج ہے۔
۷۵۔ نب : و بانک پن۔
۷۶۔ نب : رشک۔
۷۷۔ نب : ایک بار۔
۷۸۔ نسخہ الف : "عزوقار" سہو کتابت ہے۔ نب : عزو وقار۔
۷۹۔ نب : سات۔
۸۰۔ نب : آمانی۔
۸۱۔ نب : ہوگا۔
۸۲۔ نسخہ الف : بے ننگ ناموس۔ نب میں "بے ننگ و ناموس۔"
۸۳۔ نب : بات پر۔
۸۴۔ نب : ہوئی۔
۸۵۔ نب : بشریت۔
۸۶۔ نسخۂ الف میں "متواتر" کے بعد "اثر" لکھ کر قلم زد کر دیا ہے۔
۸۷۔ نب : اپنے۔
۸۸۔ نب : خوب اور۔
۸۹۔ نب : طرح۔

۹۰۔ نب: "ایک طرف کی۔"

۹۱۔ نب: وہی۔

۹۲۔ نب: تو پھر۔

۹۳۔ نب: باندھ کر اور۔

۹۴۔ نب: پھر۔

۹۵۔ نب: زدو کوب۔

۹۶۔ نب: امراء را۔

۹۷۔ نب: منت و استدراج۔

۹۸۔ نب: پیکر تصویر۔

۹۹۔ نب: شاہی۔

۱۰۰۔ نسخہ الف میں ۵۶ ب کے بالائی حاشے پر سرخ روشنائی سے رقم ہے: "مالک ایں کتاب عاصی ... محمد یحیٰی عفی عنہ۔" حاشیہ کرم خوردہ ہونے کی وجہ سے پورا نام پڑھا نہ جا سکا۔

۱۰۱۔ نب: مہلت ایک عشرہ عنایت ہوئی۔

۱۰۲۔ نب: تیرہ درونوں۔

۱۰۳۔ نب: کیا۔

۱۰۴۔ نب: لگے۔

۱۰۵۔ نب: صحرا میں جا بجا بھی ہر چند خاک چھانی۔

۱۰۶۔ : "متلاشیان" نسخہ الف میں نہیں۔

۱۰۷۔ نب: زیر درخت۔

۱۰۸۔ نب: باول دولخت۔

۱۰۹۔ نب: عیار مکار۔

۱۱۰۔ نب: کسی۔

۱۱۱۔ نب: زیور۔

۱۱۲۔ نب : عجیب۔

۱۱۳۔ نسخۂ الف : جوانان۔ نب : جوان۔

۱۱۴۔ نب : کمینۂ ناچیز و بے سروپا۔

۱۱۵۔ نب : نشۂ مل عبارت سے۔

۱۱۶۔ نسخۂ الف : مسل۔

۱۱۷۔ نسخۂ الف "مسل"۔

۱۱۸۔ نسخۂ الف : کلک نگار سحر۔

۱۱۹۔ نب : ڈیوڑھی۔

۱۲۰۔ : نسخۂ الف : ڈنڈوت۔ نب : ڈنڈوت۔

۱۲۱۔ نب : بالیقین۔

۱۲۲۔ نب : دوچار ہو۔

۱۲۳۔ نب : عصمت و عفت و جان۔

۱۲۴۔ نب : نیک بختان۔

۱۲۵۔ نسخہ الف : موجود ہیں۔ نب میں "ہیں" نہیں۔

۱۲۶۔ نب : نکوہیدہ۔

۱۲۷۔ : نسخۂ الف : عفوبت۔

۱۲۸۔ نب : مردم شہر کے۔

۱۲۹۔ نب : "یہیں" نہیں۔

۱۳۰۔ نب : رضامندی ایزدی۔

۱۳۱۔ نب : میں۔

۱۳۲۔ نب : گر پڑا۔

۱۳۳۔ نب : لالہ زار۔

۱۳۴۔ نب کے حاشیے پر "ملازمہ شطرنج" درج ہے۔

۱۳۵۔ نب : زچ دے کر۔

۱۳۶۔ نب : ناگوار۔

۱۳۷۔ نب : ہر ایک۔

۱۳۸۔ نب : " بلباس زنانہ " موجود نہیں۔

۱۳۹۔ نب : ہے اور کوئی۔

۱۴۰۔ نسخہ الف میں "بے" کا لفظ نہیں۔

۱۴۱۔ نب : کسی۔

۱۴۲۔ نب : رہ گزر۔

۱۴۳۔ نب : رفاہیت۔

۱۴۴۔ نب : تو وہ۔

۱۴۵۔ نب : سعی و۔

۱۴۶۔ : نسخہ الف : کلام۔

۱۴۷۔ : " تشیم " ہونا چاہئے مگر دونوں نسخوں میں " تلسیم " ہے۔

۱۴۸۔ نب : کیف۔

۱۴۹۔ نب : فریب ہائے۔

۱۵۰۔ "خواہ بموجب . . . تجویز فرماویں" ' یہ عبارت "نب" میں نہیں۔

۱۵۱۔ "خواہ . . . بخشیں" یہ عبارت صرف "نب" میں ہے۔

۱۵۲۔ نب : یازدہ۔

۱۵۳۔ نب : مع۔

۱۵۴۔ نسخہ ب کے اختتام کی عبارت یہ ہے :

کتاب ہذا مسمی بہ ریاض دل ربا من تصنیف لالہ گمانی لعل کایتہ بقلم شکستہ رقم کمند لعل بتاریخ ۲۵ اگست ۱۸۵۳ء بوقت دوپہر روز بر آید صورت اختتام پذیرفت تمام شد۔

اللہ بس باقی ہوس

بمقابلہ ہر بلیہ مقابلہ نمود

فرہنگ

آقچہ: روپیہ پیسہ۔

آمال: امیدیں ("امل" کی جمع)

ابہت: شان و شوکت۔

اتحاف: تحفے کے طور پر دینے کے لائق قیمتی اشیاء۔

احراز: جمع آوری۔

احضار: حاضر ہونے کا عمل۔

ارتضا: رضامندی' پسندیدگی۔

اسپک: "اسپ" کی تصغیر۔

استماع: سننے کا عمل۔

استعجال: جلدی کرنے کا عمل۔

استفتاح: کھولنے کا عمل۔

استکانت: عاجزی' انکساری۔

استکشاف: کسی معاملے کی وضاحت کی خواہش۔

استیمان: پناہ کی طلب۔

استیلا: غلبہ۔

استیلام: بوسہ دینے کا عمل ("س" کی بجائے "ث" ہونا چاہئے۔ دونوں

نسخوں میں اسی طرح ہے)۔

اشعہ: کرنیں۔

اصدار: صادر ہونے کا عمل۔

اصرح: بے حد صریح۔

اصغا: سننے کا عمل۔

اطالت: طوالت۔

اعتاق: غلامی سے آزادی۔

اعتساف: ظلم و ستم۔

اعتلاق: وابستگی۔

اغصان: ٹہنیاں ("غصن" کی جمع)

افتضاح: رسوائی۔

افتقار: محتاجی' انکسار۔

افتح: نہایت قبیح۔

اقصیٰ: نہایت۔

اقلاق: بے قراری۔

الیق: نہایت مناسب۔

امانی: آرزوئیں ("امنیت" کی جمع)

امتلا: پُر ہونے کی کیفیت۔

انتزاع: چھین لینے کا عمل۔

انتساق: نظم و نسق۔

انتعاش: بحالی، صحت یابی۔

انتہاز: موقع کی تلاش۔

انتصاض: اٹھ کھڑے ہونے کا عمل۔

انجاح: حاجت کی تکمیل۔

انحلال: عقدہ کشائی۔

انظار: "نظر" کی جمع۔

انغماس: غوطہ لگانے کا عمل۔

انقراض: گزر جانے کا عمل۔

انموذج: نمونہ۔

انیقہ: انوکھی ("انیق" کی تانیث)

اوان: وقت۔

اوضح: بہت واضح۔

اہمال: ڈھیل، نظرانداز کرنے کا عمل۔

بالراس و العین: بسرو چشم۔

برات: سیاق و سباق میں گنجفے کی کوئی اصطلاح مراد ہے۔

برخی: تھوڑا سا۔

بل: بلکہ۔

بنیان: بنیاد، خلقت۔

بوارق: چمکنے دمکنے والی (چیزیں)

بہین: بہتر یا بہترین۔

بسر: ایک طرح کی چھوٹی نتھ۔
بے بہل: بے مثال۔
پہرنا: پہننا۔
تارک: چندیا۔
تبیین: وضاحت سے بیان۔
تحمید: اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء۔
تحیت: سلام دعا۔
تخمیر: (لاحقہ) سرشت میں شامل۔
تسدید: درستی' راست روی۔
تشتت: پریشانی' پراگندگی۔
تشرب: پینے کا عمل۔
تشریفات: خلعتیں۔
تشویر: افراتفری۔
تصاریف: گردشیں۔
تصمیم: ارادے کی پختگی۔
تعبیہ: ترتیب دیا ہوا' قرینے سے رکھا۔
تفسیدہ: جلا بھنا۔
تفضح: رسوائی۔
تکاسل: سستی' غفلت۔
تکاہل: کاہلی' غفلت۔

تلاقی: آمنا سامنا۔

تقبیم: بوسہ دینے کا عمل۔

تسیم: ہوا کی حرکت۔

توارد: سیاق و سباق میں گھنے کی کوئی اصطلاح مراد ہے۔

تواضع سمرقندی: دکھاوے کی خاطر مدارات۔

توزع: انتشار' پراگندگی۔

تیم: تابع دار۔

تیہ: بیابان جس میں لوگ بھٹک جائیں۔

جالس: بیٹھنے والا۔

جولانہ: زنجیر۔

حاکی: حکایت گو (جمع: حاکیان)

حداثت: آغاز' تازگی۔

حرقت: تپش۔

حشرات: شور و غوغا' ہنگامہ۔

حلل: نفیس ملبوسات۔

خدع: مکاری۔

خذلان: مایوسی' بے چارگی۔

خلال: درمیان۔

داج: تیرہ و تار۔

دار البوار: تباہی کی جگہ (جہنم)

دستور : وزیر۔

دکاکین : دکانیں۔

دبار : بربادی

دوحہ : بڑا درخت یا درخت کا تنا۔

ذروہ : پہاڑ کی چوٹی۔

ذمت : ذمے داری۔

راغ : پہاڑ کا دامن۔

روسپی : طوائف۔

زر دہ دہی : خالص سونا۔

زواہر : خوش نما پھول۔

ساطع : صاف اور واضح۔

سبات : زمانہ۔

سجیہ : خصلت، عادت۔

سداد : گفتار و کردار کی راستی۔

سرادقات : گھر یا خیمے کے گرد کی قناتیں۔

سلالہ : کسی شے کا عمدہ خلاصہ۔

سمات : نشانیاں۔

سمر : کہانی (جمع : اسمار)

سواد الوجہ فی الدارین : دونوں جہان میں منہ کالا۔

سور : جشن۔

شب رو: چور۔
شب گرد: چور، پہرے دار۔
شگرف: عجیب و غریب۔
شگرفی: حیرت ناکی۔
شوی: شوہر۔
صبیہ: لڑکی، بیٹی۔
صیانت: نگہبانی۔
طریان: غلبہ۔
عاطل: محروم، خالی۔
عبہر: نرگس کی ایک قسم۔
عطالت: بیکاری، معطلی۔
عظام: بڑے لوگ۔
عفافت: پاک دامنی۔
عفونت: بوسیدگی۔
عودت: ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف رجوع۔
عور: بدذات۔
غائلہ: آفت۔
غبرا: زمین۔
غپ چپ: ایک طرح کی مٹھائی۔
غفیر: بہت۔

غل: بیڑی۔
غلیان: ابال، جوش۔
غموم: "غم" کی جمع۔
غنج و دلال: ناز و نخرہ۔
فخیم: برگزیدہ۔
فص: انگوٹھی میں جڑا ہوا قیمتی پتھر۔
کانون: انگیٹھی۔
کشک داری: پہرے داری۔
کلال: تھکاوٹ، کم زوری۔
گیہان: دنیا، زمانہ۔
لاجرم: بلا شبہ، لہٰذا۔
لآلی: موتی ("لوء لوء" کی جمع)
لحوق: لاحق ہونے کی کیفیت۔
لیسیدن: چاٹنا۔
مآرب: ضروریات۔ ("مآربۃ" کی جمع)
ماذون: مقرر۔
مبالات: توجہ۔
مباینت: ایک دوسرے سے دوری یا علیحدگی۔
مبرہن: نمایاں۔
متبختر: گھمنڈی۔

متحتم: واجب و لازم۔
متسلی: تسلی دینے کا عمل۔
متکاثر: کثیر۔
متلالی: چمکیلا۔
متوافر: فراواں۔
مجامع: "مجمع" کی جمع۔
محرز: محفوظ۔
مدحت: تعریف۔
مخافات: ہول ناکیاں
مخالصت: اخلاص۔
مخجول: خجالت زدہ۔
مسامع: "مسمع" کی جمع۔
مساہلت: غفلت۔
مستبشر: اچھی خبر سن کر خوش۔
مستسعد: بھلائی کا خواہاں۔
مستمع: سننے والا۔
مستہام: سراسیمہ۔
مسلسل: زنجیروں میں بندھا۔
مشارق: "مشرق" کی جمع، (لاحقہ) جہاں سے کوئی چیز طلوع یا جلوہ ریز ہو۔

مشافہ : روبرو۔

مشاق : تکلیف۔

مشاکلت : ہم شکل ہونے کی حالت۔

مصادقت : سچی دوستی۔

مصدع : چرب زبانی سے تقاضا کرنے والا۔

مصطبہ : چبوترا۔

مضمار : گھڑ دوڑ کا میدان۔

مطارحہ : دوبدو گفتگو۔

مطاع : جس کا حکم بجا لانا لازم ہو۔

مطاہر : خالص۔

مطرا : تازہ، خوشبودار۔

مطرح : ڈالنے یا بچھانے کی جگہ۔

مطرود : جسے رد کر دیا یا نکال دیا گیا ہو۔

معاتبت : باہمی خفگی۔

معاضدت : تعاون، دست گیری۔

مغلول : بیڑیوں میں جکڑا۔

مفتوح : کھولا گیا۔

مفطور : آفریدہ۔

مقصور : قاصر۔

مکبول : دست و پا بجولاں۔

مکث: تاخیر۔
مکنی المرام: جسے اپنے مقصد تک بخوبی رسائی ہو گئی ہو۔
مکمن: جگہ جہاں بیٹھ کر گھات لگائی جائے۔
ملاق: میل جول۔
ملامست: ہم بستری۔
ممتد: طویل۔
ممتزج: پیوست کیا ہوا' ملایا ہوا۔
ممر: گزر جانے کا عمل۔
ممہد: بچھانے یا ترتیب دینے کا عمل۔
مناط: وابستہ' آویختہ۔
منسلب: سلب ہو جانے کی کیفیت۔
منقصت: نقصان' خسارہ۔
منوط: پیوستہ۔
مواطن: "موطن" کی جمع۔ (لاحقہ) کسی صفت یا شے کے ٹھکانے۔
مواعید: وعدے۔
موالفت: قریبی تعلق۔
مودت: دوستی' مہربانی۔
موفق: توفیق سے بہرہ مند۔
نزاہت: صحت افزائی۔
نضارت: سرسبزی' شادابی۔

نطع : چمڑے کا دستر خوان، (مجازاً) بڑی چادر یا بڑا فرش۔

نکوہندہ : ملامت کرنے والا (''نب'' میں ''نکوہیدہ'' ہے یعنی ملامت کے لائق۔ یہی سیاق و سباق میں درست معلوم ہوتا ہے)

نہمت : خواہش۔

وثیق : مستحکم، ٹھوس۔

وخیم العاقبت : جس کی عاقبت خراب ہو۔

ودائع : امانتیں۔

وسادہ : مسند۔

ہرہفت : سات قسم کے سنگھار۔

ہمال : ثانی، مانند۔

ہمگی : تمام کا تمام۔

مجلس ترقی ادب لاہور